ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اے قدیر و خالقِ ارض و سما
اے رحیم و مهربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر
گر تو دید استی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کُن منِ بدکار را
شاد کُن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار
ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوارِ من
دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
در مرا از بندگانت یافتی
قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
با من از روئے محبت کار کن
اندکے افشاء آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جوئندۂ
واقفی از سوزِ ہر سوزندۂ

زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم
زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم
خود بروں آ از پئے ابراءِ من
اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من
آتشے کاندر دلم افروختی
وز دمِ آں غیرِ خود را سوختی
ہم ازاں آتش رخِ من برفروز
ویں شبِ تارم مبدل کن بروز
چشم بکشا ایں جہانِ کور را
اے شدید البطش بنما زور را
ز آسماں نوزِ نشانِ خود نما
یک نگاہے از بوستانِ خود نما
ایں جہاں بینم پُر از فسق و فساد
غافلاں را نیست وقتِ موت یاد
از حقائق غافل و بیگانہ اند
ہمچو طفلاں مائلِ افسانہ اند
سرد شد دلہا ز مہرِ روئے دوست
روئے دلہا تافتہ از کوئے دوست
سیل در جوش است و شب تاریک و تار
از کرم ہا آفتابے را برآر

کلماتِ طیبات یا ملفوظاتِ احمدیہ
علیہ السلام والتحیۃ

۱۳ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء

حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت آج بفضلِ خدا بہت تندرست رہی اور آپ نے بعد نماز مغرب عشاء کی نماز تک مجلس فرمائی۔

طاعون کا ذکر ہوتا رہا کہ اب فروری کا مہینہ آگیا ہے اس کا زور ہوگا۔ چنانچہ مختلف مقامات سے اسکی خبریں آنی شروع ہوگئی ہیں

خدا شناسی اور سچے ایمان کی ضرورت

فرمایا کہ ضروری بات خدا شناسی ہے کہ خدا کی قدرت اور جزا سزا پر ایمان ہو اسی کی کمی کر دنیا میں فسق و فجور ہو رہا ہے لوگوں کی توجہ دنیا کیطرف لگی ہوئی ہے دنیا کی طرف بہت ہے دن اور رات یہی فکر ہے کہ کسی طرح دنیا یا دولت۔ وجاہت۔ عزت ملے جس قدر کوشش ہے خواہ کسی پیرایہ میں ہی ہو مگر وہ دنیا کے لیے ہے خدا کے لیے ہرگز نہیں۔

دین کا اصل لب اور خلاصہ یہ ہے کہ خدا پر سچا ایمان ہو مگر اب مولوی وعظ کرتے ہیں تو ان کے وعظ کی بھی علت غائی یہ ہوتی ہے

کہ اسے چار پیسے ملجائیں جیسے ایک چور بار بار دیک دسار یک حیلے چوری کے لیے کرتا ہے ویسے ہی یہ لوگ کرتے ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کہ عذاب الٰہی نازل ہو اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایک اعتراض ہم پر یہ ہوتا ہے کہ اپنی تعریف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مطہر و برگزیدہ قرار دیتے ہیں۔ اب لوگوں سے کوئی پوچھے کہ خدا تعالے جو امر ہمیں فرماتا ہے کیا ہم اسکی نافرمانی کریں اگر ان باتوں کا اظہار نہ کریں تو معصیت میں داخل ہو۔

قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کیا الفاظ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمائے ہیں ان لوگوں کے خیال کے مطابق تو وہ بھی خود ستائی ہوگی۔

خود ستائی کرنے والا حق سے دور ہوتا ہے مگر جب خدا تعالیٰ فرماوے تو پھر کیا کیا جاوے یہ اعتراض ان نادانوں کا صرف مجھ پر ہی نہیں ہے بلکہ آدم سے لے کر جس قدر نبی رسول اولیا اور صالح گذرے ہیں سب پر ہے۔ ذرا غور کرنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ جسے خدا تعالیٰ مامور کرتا ہے ضرور ہے کہ اسکے لیے اجتبا اور اصطفا ہو اور کچھ نہ کچھ اس میں ضرور خصوصیت چاہیے کہ خدا تعالیٰ کل مخلوقات میں سے اسے برگزیدہ کرے خدا کی نظر خطا جانے والی نہیں ہوتی ہیں جب وہ کسیکو منتخب کرتا ہے وہ معمولی آدمی نہیں ہوتا قرآن شریف میں بھی اسی کیطرف اشارہ ہے واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ اس سوال کا آخر ماحصل یہ ہے کہ وہ

صفحہ ۵۹ کا

پس جزیہ لینے کے حکم ہی سے ثابت ہے کہ اسلام کا زبردستی مذہب منوانے کا حکم نہیں ہے۔ فرض کرو کہ ایک کافر کے پاس ہم ہزار روپیہ نقد موجود ہے اور اسکو اور قسم کی آمدنیاں تجارت وغیرہ سے بھی ہیں اور ایک مسلمان کے پاس بھی چالیس ہزار نقد موجود ہے اور اس کے پاس تجارت وغیرہ سے کوئی آمدنی نہیں ہے۔ تو سال بھر میں اُس ذمی کو تو صرف تین روپے کی آنے اور اُس کے ساتھ اگر کنبہ ہے جسکی پرورش اسکے ذمہ ہے تو ہر ایک کی طرف سے اسی قدر دینا ہوگا جس کی مقدار ایک عام طریقہ پر ۳۰-۴۰ روپے سے زیادہ نہیں ہو سکتی مگر مسلمان کو بلا عذر اپنے صندوق کے خزانہ سے ایک ہزار نقد نکالکر دینا ہوگا اور اُسپر بھی ۲۰ برس سے کم اور پچاس سے زیادہ عمر والے مرد۔ عورتیں مفلوج۔ معطل العقل۔ نابینا۔ مجنون اور مفلس یعنی جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہو عموماً جزیہ سے بری ہیں۔ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ دین میں زبردستی نہیں کیونکہ جزیہ کا طریق ہی صاف بتا رہا ہے کہ جو شخص اپنے دلی رغبت سے مسلمان نہ ہو تو وہ اپنا دنیاوی فائدہ کا ذریعہ نہیں سمجھے گا تاکہ تم نے بزور شمشیر مذہب پھیلانے کے لیے جہاد بھی کیا اور فتحیاب بھی ہوئے لیکن جب آپ نے جزیہ یا اسلام پیش کیا تو اب بتاؤ کہ وہ کیا قبول کریں گے؟ ضرور جزیہ قبول کریں گے۔ پھر آپ کی ساری کوشش بیکار گئی یا ہے کہ دین کو بزور شمشیر پھیلانے کا حکم نہیں بلکہ وعظ و نصیحت اور حقائق و دقائق اسلام سے ہے جسکا موقع ہمکو ہماری مہربان گورنمنٹ برطانیہ کے ذریعہ سے وہ عمدہ ملا ہے کہ کسیکو کہیں نہیں ملا ہوگا اور اسوقت سے حضرت اقدس بہت کچھ فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور اٹھائیں گے اور دنیا دیکھے گی کہ اسلام حقائق و دقائق کے ذریعہ سے کیونکر پھیلتا ہے۔

اب میں بیان کرتا ہوں کہ کن کن لوگوں سے لڑائی کرنے کا حکم ہے جس سے صاف ثابت ہوگا کہ حضرت اقدس کو جہاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ سنو! ہاں سنو! جہاد جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں وہ امن ہے کہ جس سے بڑھ کر عقل تجویز ہی نہیں کر سکتی۔ تو پھر جہاد کیا؟ اور کس سے اور کیوں؟ ہاں ہاں جہاد صرف امن قائم کرنے کے لیے ہے کیونکہ:۔

(۱) اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو مسلمانوں سے لڑیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ یعنی لڑو اللہ کی راہ میں انہی لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو (بغیر لڑے مت لڑو)

بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔ یعنی اگر وہ لڑنا موقوف کر دیں تو دست درازی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دست درازی صرف ظالموں پر کرنی ہے اور ایک اور جگہ فرماتا ہے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ یعنی جو کوئی تم پر زیادتی کرے اُسپر تم زیادتی کرو جتنی کہ اُسنے تم پر زیادتی کی ہے اور خدا سے ڈرو اور جانو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے یعنی اُنکے ساتھ ہے جو زیادتی سے پرہیز کرتے ہیں۔

زمانہ قدیم میں دستور تھا کہ حرم کعبہ کے پاس جدال و قتال نہیں کرتے تھے اسکی نسبت فرمایا واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل یعنی لڑنے کی حالت میں اُنکو جہاں پاؤ (حرم کے اندر یا باہر) قتل کرو اور اُنکو نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمکو نکالا کیونکہ فساد کرنا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مگر اس حکم میں بھی احتیاط کا حکم فرمایا فلا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین یعنی مسجد حرام کے پاس اُنکو مت مارو جب تک کہ وہ تم کو ماریں اگر وہاں تمکو ماریں تو تم بھی اُنکو مارو یونہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر اسکے بعد فرمایا فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم یعنی اگر وہ باز رہیں یعنی لڑنا موقوف کریں تو بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے اور مہربان۔ یعنی تم بھی اُنکو معاف کرو اور لڑنا موقوف کرو۔

کہو مخالفو! اب زبردستی ہی دین منوانا تھا تو اُنکی لڑائی بھر طائی پر لڑائی بھڑائی اور اُنکے باز رہنے پر باز رہنا کیسا!

سورہ نحل میں فرمایا ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ یعنی اگر تم کافروں کے ایذا پہونچانے کا بدلہ لینا چاہو تو اُسی قدر ایذا کا بدلا لو کہ جسقدر تمکو ایذا پہونچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بیشک وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے اور سورہ حج میں اس سے بھی زیادہ تصریح فرمائی ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ یعنی اُن لوگوں کو لڑنے کا اذن دیا گیا ہے جنسے کفار لڑتے ہیں اسلیے کہ کفار مکہ کے ہاتھ سے مسلمان مظلوم ہو رہے ہیں۔ اُنھوں نے مسلمانوں کو بغیر کسی حق کے اُن کے گھروں سے نکال دیا ہے

صرف اسلیے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

اے بھولے مخالف بداندیشو! دیکھو تو کہ خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ لڑنے والوں سے لڑائی کرنے کا حکم ہے یہ کہاں ہے کہ زبردستی دین اسلام منوانے کے لیے حکم دیا گیا ہے۔ حضرات! ذرا ادھر تو دیکھو کہ تم سے کون قوم لڑتی ہے اور کس قوم نے تمھیں اپنے گھروں سے نکال دیا ہے جس سے تم مسیح موعود کو لڑنے کے لیے کہتے ہو؟ اور اگر ایسا موقعہ ہو بھی تو ہمارا تمھارا بدلہ لینے کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کیا کم ہے جو مسیح موعود کو جہاد کرنے کی ضرورت پڑے۔

سورہ نساء میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومھم ولو شاء اللہ لسلطھم علیکم فلقاتلوکم فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا۔ یعنی مگر جو لوگ اُس قوم سے جا ملیں کہ جن میں اور تم میں معاہدہ ہے یا تمھارے پاس آجائیں اُس حال میں کہ وہ تمھارے ساتھ لڑنے یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے جی ہار چکے ہیں تو اُن سے تعارض مت کرو اور اللہ چاہتا تو اُنکو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے لڑائی کرتے۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہوں اور تم سے لڑیں نہیں اور تمھاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے بھی تمھارے لیے اُنپر کوئی راہ نہیں نکالی۔

پھر اُس کے بعد فرمایا ستجدون اخرین یریدون ان یامنوکم ویامنوا قومھم کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیھا فان لم یعتزلوکم ویلقوا الیکم السلم ویکفوا ایدیھم فخذوھم واقتلوھم حیث ثقفتموھم واولئکم جعلنا لکم علیھم سلطانا مبینا یعنی عنقریب اور لوگ بھی پاؤگے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں جب وہ فساد کے لیے بلائے جاتے ہیں تو اُسمیں جھٹ کود پڑتے ہیں پس اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور پیغام صلح نہ بھیجیں اور اپنے ہاتھوں کو (تمھارے ساتھ لڑنے سے) نہ روکیں تو پکڑو اُنکو اور جہاں کہیں پاؤ اُنھیں مار ڈالو ان لوگوں کی بابت ہم نے صریح حجت دیدی ہے۔

سورہ ممتحنہ میں نہایت صفائی سے بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمایا ہے کہ کافروں سے کسطرح پیش آنا چاہیے سو یہ فرمایا ہے ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم

فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون۔ یعنی جو لوگ تم سے دین پر لڑتے نہیں اور نہ اُنھوں نے تمکو تمھارے گھروں سے یعنی وطنوں سے نکالا خدا اُن (کفار) سے نیکی کرنے اور احسان کرنے سے نہیں روکتا۔ خدا کو سلوک کرنے والے لوگ پسند آتے ہیں خدا تو تمھیں انھیں لوگوں سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جو تم سے دین پر لڑتے ہیں اور تمکو تمھارے وطن سے نکال دیا اور تمھارے نکالنے پر ایک دوسرے کی معاونت کی اور جو کوئی اُن سے دوستی کرے سو یہ لوگ ستمگار ہیں۔

ان تمام آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لڑائی کا حکم کسیکو زبردستی اسلام قبول کرانے کے لیے نہیں ہے بلکہ جو لوگ مسلمانوں کو قتل کرتا اور اُن سے لڑنا چاہتے تھے اُن سے محفوظ رہنے کے لیے لڑنے کا حکم ہوا ہے۔ اور لڑائی کے موقوف ہو جانے اور امن قائم ہو جانے پر کسی مذہب سے کسی قسم کا تعرض مقصود نہیں تو پھر بتاؤ کہ اسوقت کے ایسا امن تمھیں کبھی نصیب بھی ہوا یا گورنمنٹ برطانیہ سے بڑھکر امن کا انتظام تم کر سکتے ہو جو مسیح موعود کو جہاد کرنے کے لیے کھڑے ہو۔

(۲) اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنھوں نے دغابازی کی ہو اور معاہدہ کو توڑ دیا ہو۔ سورہ توبہ نے فرمایا ہے وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔ یعنی اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسم توڑ دیں تو جو کفر کے سردار ہیں اُن سے لڑو کیونکہ اُن کی قسم کچھ نہیں۔

ایک جگہ اسی فرمایا الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اول مرۃ یعنی کیوں نہ لڑو ایسی قوم سے کہ توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں ہیں کہ رسول کو نکال دیں اور اُنھوں نے پہلے چھیڑ کی۔

اور پھر سورہ انفال میں فرمایا الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون۔ فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون۔ یعنی جن لوگوں سے تو نے عہد کیا ہے پھر انھوں نے ہر دفع اپنا عہد توڑ دیا ہے اور پرہیزگاری نہیں کرتے (یعنی عہد شکنی سے نہیں بچتے) پھر تو اُن کو لڑائی میں پائے تو اُنکو ایسا مار کہ اُن کے پیچھے جو لوگ ہیں متفرق ہو جائیں۔ پس معاہدہ توڑنے کے بعد اُن سے لڑنا امن قائم رکھنے کے طریقہ کو گورنمنٹ برطانیہ نہیں برتتی تا جو مسیح موعود کو جہاد کرنا پڑے؟ گورنمنٹ سے جو عہد کرنے کے بعد عہد کو کوئی

ہے جیسا کہ معاہدہ کرنا تو کیا امن قائم رکھنے گے۔

قوم توڑکر ہمارے امن میں خلل انداز ہوگی تو گورنمنٹ برطانیہ اسکو خوب مزہ چکھائیگی۔ ہم لوگوں کو جہاد کی کیا ضرورت ہے ہم کو تو بس اولو الامر گورنمنٹ برطانیہ کی دل سے اطاعت ہی کرنا فرض ہے اور بس۔

(۳) ان لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ان کے بچوں اور عورتوں کو عذاب اور تکلیف میں ڈال رکھا ہے اور انکا ذکر سورہ نساء میں ہے وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ یعنی کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں لڑتے ہو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کے بچانے کے لیے مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو نکال اور کر ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

تو مخالفو! ایسی حالت تو مجھے کہیں نظر نہیں آتی اور اگر کہیں ہو تو بس ہماری گورنمنٹ برطانیہ سے عرض کرو وہ تمہارے شکایت کو حسن و خوبی مٹا دے گی اور ان مسلمان بچوں۔ عورتوں۔ مردوں کو ظالموں کے ظلموں سے آزادی دلوا دے گی کیونکہ خدائے کریم نے اس گورنمنٹ برطانیہ کی فطرت میں رحم انسانی کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔

اور اگر یہ گورنمنٹ برطانیہ کسی موقع پر تم ہی سے کام لینا چاہے تو تمکو اس کے حکموں پر لڑنے مرنے کے لیے طیار ہو جانا چاہیے کیونکہ یہ اولو الامر ہے اور اولو الامر کے حکموں کو ماننا فرض ہے۔

ہاں تو جناب مخالف صاحبان! خدا تو یہ فرماوے کہ دین کے بارے میں زبردستی نہیں تو کافروں پر دین کے لیے جبر کرنے والا نہیں تو اُنپر کروڑا نہیں۔ تیرا کام سوائے حکم کے پہنچا دینے کے کچھ نہیں۔ ایک صحابی کے لڑکوں کو ایک عیسائی بہکا کر لے جاتے اور جب ان کا باپ واپس لانے کا قصد کرے تو وحی آتی ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ خدا صلح اور معاہدہ کرنے کو کہے اور معاہدوں کو بڑے بڑے حقوق دے۔ پھر مفتوحہ ملک کی کفار قوم سے ایک ہلکا سا ٹیکس جزیہ لیکر اُنکے جان و مال و مذہب کی حفاظت اپنے ذمہ لینے کو کہے اور وہ ٹیکس بھی اس لیے کہ مسلمان ملک کی حفاظت کے لیے فوجی خدمت پر مجبور ہیں تاکہ وہ ایک ہلکا سا ٹیکس دیکر بری ہو جائیں گرجا بنا دیں مندر بنا دیں مذہبی رسوم دھوم دھام سے کریں۔ پھر جو شخص عین لڑائی میں پناہ چاہے تو پناہ دیا اور مسلمان ہونے کے لیے قرآن سے نصیحت کریں پھر اگر وہ مسلمان نہ ہو تو اسکو اسکے امن کی جگہ پہونچا دیں۔ اور لڑائی کا حکم صرف امن قائم رہنے کے لیے ہو یعنی ان لوگوں سے جو مسلمانوں سے لڑیں اور ان لوگوں سے جو عہد شکنی کریں۔ وہاں لوگوں سے جو مسلمان مرد عورتوں اور بچوں کو ستاویں پھر اُس میں نہایت ہی احتیاط کرنیکا حکم فرماوے کہ لڑائی میں زیادتی مت کرو تو پھر تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ اسلام میں حکم ہے کہ دین کو بزور شمشیر پھیلاؤ کسیطرح کی پہلو تہی مت کرو کفار کو تہ تیغ کرو۔ اتقوا اللہ! اتقوا اللہ!!۔

بعض مخالف کہہ اٹھتے ہیں میرزا غلام احمد (علیہ السلام) جہاد کے حکم کو منسوخ بتلاتے ہیں۔ ان مخالفوں سے میں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس علیہ السلام منسوخ کیوں بتلانے لگے تمہارے خیالی جہاد کا حکم ہی نہیں ہوا ہے کہ زبردستی اسلام بزور شمشیر منواؤ۔ یا بلا وجہ یونہیں وحشیوں کیطرح لڑتے پھرو یا علاوہ اپنے دوسرے علاجوں کے یونہی مار دھاڑ کرو اور کٹ مرو۔ تو پھر بھی پیارے مخالفو منسوخ کسکو کہتے ہیں جب حکم ہی نہیں ہوا تو منسوخ کیسا) ہاں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے بہت ستایا یہاں تک کہ حضرت اور مہاجرین کو گھر بار چھوڑ دینا پڑا اور آپنے مدینہ میں آکر پناہ لی اور کفار آپکے اور مسلمانوں کے استیصال کے فکر میں لگ رہے تب کوئی علاج نہ رہنے کے بعد اور برداشت کے اپنی حد تک پہونچ جانے کے بعد مجبوراً حکم نازل ہوا کہ مسلمان اپنی حفاظت کے لیے اور نیز مکہ کے مظلوم مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی آزادی کے لیے تلوار اٹھا لیں جنکو تم کسی وحشی کے باز گورنمنٹ کی پولیسی کے طرح بتاتے ہو۔ سنو میں اسکو وضاحت کے ساتھ بتلاتا ہوں۔

یہ ظاہر ہے اور اسکے صراحت کرنے کی ضرورت نہیں کہ آنحضرت اور صحابہ کرام سے کفار کیسی عداوت رکھتے تھے اور کیسی کیسی تکلیفیں اور اذیتیں ان کے ہاتھ سے آنحضرت اور صحابہ کو پہونچیں اور بار بار اُنھوں نے آنحضرت کے قتل کا ارادہ کیا اور صحیفہ تک مہاجرین کے تعاقب میں گئے پھر یہاں تک کہ آنحضرت کو مدینہ ہجرت کرنے پڑی اور کل تمام حالات سے جو عداوت کہ قریش مکہ کو مسلمانوں سے ہو گئی تھی اور جس طرح انکو معدوم کرنے اور ایذا پہونچانے کی تدبیریں کرتے تھے بخوبی ظاہر ہے کہ قریش مکہ کو مدینہ کے لوگوں سے بھی جو مسلمان ہو گئے تھے اور آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا ویسی ہی عداوت تھی جیسی کہ مکہ کے مہاجرین سے تھی۔ اور خود ان کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ آنحضرت اور انکے صحابہ کے ساتھ مکہ میں کرتے رہے تھے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ اگر آنحضرت کے صحابی زیادہ قوی ہو جائینگے تو مکہ پر حملہ کرینگے اور حقیقۃً میں آنحضرت کے سوا اگر اور کوئی ہوتا تو وہ ضرور ایسا ہی کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش مکہ مدینہ پر ہمیشہ چڑھائی کرنے کا خیال رکھتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں اسی بات کیطرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنی اہل مکہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمکو تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ ایسا کر سکیں۔ مدینہ والے بھی قریش مکہ کے حملہ سے مطمئن نہیں رہتے تھے اسلیے کہ مدینہ کے ان لوگوں میں جو ایمان نہیں لائے تھے اور آنحضرت کے مدینہ تشریف لانے کو پسند نہیں کرتے تھے اور مدینہ کے ان لوگوں سے جنھوں نے آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا نہایت ناراض تھے اور چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑکر مکہ چلے گئے تھے اور قریش مکہ سے جا ملے تھے۔

اب دیکھنا چاہیے ایسی حالت میں آنحضرت و مہاجرین اور انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قائم کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے تھا اور اُس مقصد کے حصول کے لیے چار امر لازمی تھے کہ بغیر ان کے امن و حفاظت مطلوبہ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی تھی۔

(۱) اس بات کی خبر رکھنی کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں۔

(۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے گرد رہتے تھیں اُن سے امن کا اور قریش مکہ کی مدد نہ کرنے کا معاہدہ کرنا۔ لیکن عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا اس منصوبہ کے لیے ایسا ہی ضرور تھا جیسا کہ ان کا معاہدہ کرنا کیونکہ اگر عہد شکنی کی مکافات قائم نہ کیجاتی تو کوئی معاہد اپنے عہد پر قائم نہیں رہتا اور امن مطلوبہ حاصل نہیں ہو سکتی

(۳) جو مسلمان مکہ میں مجبوری رہ گئے تھے اور موقع پاکر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے اُن کے بھاگ آنے پر جس قدر ہو سکے اُن کی اعانت کرنا کیونکہ جو قافلہ مکہ سے نکلتا تھا ہمیشہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اُسکے ساتھ بہانہ کرکے کوئی مسلمان مدینہ میں بھاگ آنیکے لیے نکلا ہو۔

(۴) جو گروہ قریش مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنے کو نکلے یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنے والا ہے ہتھیاروں سے انکا مقابلہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کرنا اُسی امن کے قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

ان چاروں باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں کہ جس کی نسبت کہا جاوے کہ اس سے زبردستی بزور شمشیر اسلام منوانا مقصود ہے بلکہ یہ حفاظت کے لیے ہے اور ان کے سوا اور دو امر ہیں جو امن و حفاظت کے لیے ہتھیاروں کے اٹھانے کا باعث ہوتے ہیں۔

(۱) یہ کہ کافر ان مسلمانوں کو جو ان کے قبضہ میں ہوں تکلیف اور ایذا دیتے ہوں انکی مخلصی کے لیے یا انکو نجات دلوانے کے لیے لڑائی کی جاوے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین الخ۔

(۲) یہ کہ کافر مسلمانوں کو ان کے احکام مذہبی ادا کرنے کے لیے مانع ہوں بشرطیکہ انکی عملداری میں رہتے ہوں کیونکہ اُس صورت میں امن کے لیے ہجرت لازم ہے نہ لڑائی (جیسی کہ ایسی آفت سے پنجاب کے مسلمانوں کو گورنمنٹ برطانیہ نے چھڑایا جبکہ یہ سکھوں کے ہاتھوں گرفتار تھے جس کا کل مسلمانوں کو احسان مند ہونا چاہیے اور ضرور ہونا چاہیے۔)

اگرچہ اس لڑائی کی بنیاد ایک مذہبی امر ہے لیکن اُس کا مقصود اپنی مذہبی آزادی حاصل کرنی ہے (جو آجکل بہر صورت حاصل ہے) نہ کہ تلوار سے مذہب قبول کروانا۔

اور ایک اور امر ہے جو انھیں قسموں کی لڑائیوں کا ضمیمہ ہے یعنی جس ملک یا قوم سے انھیں امور کے سبب مخالفت ہے اور لڑائی انھیں امور کے سبب مشتہر ہو چکی ہے اُس ملک یا قوم پر چھاپا مارنا یا ان کا اسباب اور انکی رسد اور انکے ہتھیار وغیرہ کو لوٹنا۔

پس آنحضرت کے وقت میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں وہ سب انھیں قسموں میں سے تھیں جنھیں ہم انکو حفاظتی و دفاعی کہیں گے تو اور کیا کہیں جس کے دماغ میں خدا نے ذرا بھی فہم و فراست اور انتظام ملکی دی ہو گی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کل امور جو میں نے اوپر لکھے ہیں حفاظت اور دفع پر مبنی ہیں اور اُس میں سے کوئی امر ایسا نہیں جس سے ثابت ہو کہ زبردستی مذہب منوانا منظور تھا یا بغیر سوچے سمجھے وحشیوں کیطرح مار دھاڑ کرنا اور صرف کٹ مرنا تھا بلکہ نہایت مجبوری کی حالت میں حفاظت اور دفع کے لیے تلوار اٹھانا تھا۔

خلفا کے ابتدائی وقت جو کچھ جنگ ہوئی وہ کسری شہنشاہ ایران اور قیصر شہنشاہ قسطنطنیہ سے ہوئی اور جو ارد گرد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں وہ انھیں دونوں کی باجگذار تھیں۔ پس ان ریاستوں سے جو جہاد ہوئے وہ گویا انھیں دونوں سے ہوئے بلکہ زیادہ تر ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے صلح ہی ہو گئی جیسا کہ تواریخی واقعات سے ثابت ہے

ان دونوں سلطنتوں سے جو جہاد ہوئیں اُن کی بنا بھی آنحضرت ہی کے وقت سے شروع ہوئی۔ ہرقل سے تو اسوجہ سے جہاد کی گئی کہ آنحضرت نے حارث بن عمرو ازدی کو ہرقل کے نام ایک خط دیکر بھیجا تو جب وہ موتہ میں پہونچے تو مارے ڈالے گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فالفوں کی سرزنش کے لیے زید بن حارث کو تین ہزار فوج دیکر بھیجا آخر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں خاص ہرقل کی شاہی فوج بھی شامل تھی اور اس کے بعد جنگ تبوک بھی ہرقل کی حملہ آوری کی خبر کی وجہ سے کی گئی تھی۔ پھر لڑائی چھڑ گئی۔

اور ایران سے اس لیے ہوئی کہ اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص عداوت تھی چنانچہ جب اُسکو آنحضرت نے دعوۃ کی اور نامہ دعوت اسلام بھیجا تو اُس نے غصہ میں آکر آنحضرت کی گرفتاری کے لیے دو سپاہی بھیجے۔ پس اُس کی عداوت میں کیا کسر باقی رہ گئی۔ پھر اسلامی سرحد اور اُسکی سرحد ملگئی تو بہت پیچیدگیاں واقع ہوگئیں جسکی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ضرور ہوا کہ حفظ ماتقدم کے خیال سے پہلے ہی پیشقدمی کرتے مصر بھی ہرقل کے ماتحت تھا اس لیے اُس کو بھی جہاد کرتی ہوئی اور جب لڑائی شروع ہوگئی تو جہاں حملہ کرنا مناسب سمجھا گیا کیا گیا اور علاوہ اس کے جب اسلام دنیا میں ظاہر ہوا تو اس وقت اُس کے ارد گرد ایسی جماعتیں تھیں کہ جو اُسکو ہرگز نہیں چاہتی تھیں۔ بہت سی ایسی تجاویز ہر روز سوچی جاتی تھی کہ جس سے یہ مذہب طاقت بالکل دور ہو جاوے ایسے وقت میں اسلام کا فرض تھا کہ اپنا بچاؤ جس طرح چاہے کرے۔ اور اپنی قوت کو بڑھا کر اپنے رہنے کی جگہ کرے اور چونکہ اسلام کو اپنی صداقت اور استقامت کا اظہار منظور تھا اسلیے اُس نے ہر ایک حملہ کا جواب دفعیہ کیا۔

تو پیارے مخالفو! اسوقت جو سب سے بڑا حملہ خیز اریان کا اسلام پر ہے کتابی حملہ ہے اسکے دفعیہ میں حضرت اقدس کا ساتھ کیوں نہیں دیتے اور اگر تم نہیں دوگے تو کچھ حرج نہیں خدا اپنے مرسل کا خود رسیقہ دے گا اور بڑے زوروں سے اسلام کی اور اُسکی صداقت کو ظاہر کرے گا ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔

ہاں سنو! غور سے سنو!! تواریخی واقعات سے آزادی مذہب کی مثالیں بیان کرتا ہوں

النجوم الزاہرہ واقعات سنہ …ھ میں لکھا ہے کہ جب ہارون رشید بایں فوج قیصر روم کی بغاوت سے نہایت ہی برہم ہوا تو عیسائیوں کی طرف سے اُسکے خیالات بہت کچھ بدل گئے اور غالباً اُسی کا اثر تھا کہ اُسنے قاضی یوسف صاحب سے جو مذہبی حنیفہ کے افسر کل تھے پوچھا کہ عیسائیوں کے گرجے اسلام میں کیا محفوظ رہے اور آج یہ اُن کو کیوں اجازت حاصل ہے کہ وہ علانیہ صلیب نکالتے ہیں تو اُس کا جو قاضی صاحب نے جواب لکھا اُسکے الفاظ یہ ہیں۔

انما کان الصلح جری بین المسلمین واهل الذمة فی اداء الجزیة وفتحت المدن علی ان لا تهدم بیعهم ولا کنائسهم داخل المدینة وخارجها وعلی ان یقاتلوا من ناواهم من عدوهم وعلی ان یخرجوا الصلبان فی اعیادهم ففتحت الشام کلها والحیرة الا اقلها علی هذا فکذلك ترکت بیع والکنائس

یعنی مسلمان اور ذمیوں سے جزیہ کی بنا پر جو صلح ہوتی تھی اس شرط پر ہوتی تھی کہ اُنکی خانقاہیں اور گرجے شہر کے اندر ہوں یا باہر برباد نہ کیے جائیں۔ اور یہ کہ اُن کا کوئی غنیم اُن پر چڑھ آوے تو اُنکی طرف سے مقابلہ کیا جاوے گا اور یہ کہ تہواروں میں صلیب نکالنے کے مجاز ہیں۔ چنانچہ تمام شام اور حیرہ سوائے تھوڑے کے انھیں شرائط پر فتح ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ خانقاہیں اور گرجے اسی طرح چھوڑ دیے گئے اور برباد نہیں کیے گئے۔

مخالفو! اسلام بزور شمشیر پھیلانا اسی کو کہتے ہیں کہ اُن کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اُنکو مذہب کی آزادی دیجاوے اُن کے گرجے وغیرہ قائم رکھے جائیں۔ ہمارے ممالک میں بڑی دھوم دھام سے صلیبیں ناقوس اور گھنٹہ کی آواز ہو اور اُن لوگوں کے بچاؤ کے لیے ہر کسی سے چاہے مسلمان ہو لڑائی کی جاوے۔؟

خلیفہ ہادی کے وقت میں مصر کے کئی گرجے منہدم کردیے گئے تھے۔ خلیفہ ہارون کے وقت میں مصر کے حاکم موسیٰ نے علماء سے اس بارہ میں استفتا لیا تو علامہ لیث بن سعد نے جو تمام علمائے مصر کے پیشوا اور بہت بڑے محدث تھے سب گرجوں کو از سر نو بنوانے کا فتویٰ دیا اور سرکاری خزانہ سے تعمیر کرایا گیا چنانچہ علامہ مقریزی نے تاریخ مصر میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے فبنیت کلها بمشورة

اللیث بن سعد بن لهیعة وقال هو من عمارة البلاد واحتجا بان الکنائس التی بمصر لم تبن الا فی الاسلام فی زمن الصحابة والتابعین

کہو مخالفو! صحابہ اور تابعین کے وقت میں تو گرجے وغیرہ بنے اور آج آپ مسیح موعود سے بزور شمشیر اسلام پھیلوانا چاہتے ہیں؟
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجرانیوں کے پادری کے معاہدہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پادری وغیرہ اپنے منصب پر بحال رہینگے اور مذہب سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔ یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں۔

گئے حضرات! اگر مذہب میں زبردستی ہوتی تو پادریوں کو اپنے منصب پر بحال رکھکر کیوں غیر مذہب کو مضبوط کرتے۔ کیا قلیل مقدار جزیہ کا لیکر مذہب کو زبردستی نہ قبول کروانا ایسا نکی صاف دلیل نہیں ہے کہ زبردستی تھی ہی نہیں؟ سوچو! اور غور کرو ہاں خوب غور کرو

طبری میں لکھا ہوا ہے کہ ایکدفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک عورت نے مسلمانوں کی ہجو کی اشعار گائے تو ایک افسر نے اس جرم پر اُس کے ہاتھ کاٹ ڈالے تو حضرت ابوبکر نے اس افسر کو خود لکھا کہ اگر وہ مسلمان تھی تو معمولی سزا دینی چاہیے تھی اور اگر ذمی تھی تو جب ہم نے اُسکے شرک و کفر سے درگذر کی تو یہ شرک و کفر سے بہر حال کم ہے۔

حضرت خالد نے حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جب حیرت پر فتح حاصل کی تو یہ عہد لکھا

لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة ولا یمنعون من ضرب النواقیس ولا من اخراج الصلبان فی یوم عیدهم

یعنی اُن کے گرجے برباد نہ کیے جائیں گے نہ اُنکو ناقوس بجانے سے منع کیا جائے گا نہ عید کے دن صلیب نکالنے سے روکا جائیگا (کتاب الخراج صفحہ ۸۶)

اور ایسے ہی اور صلح نامے خالد نے کیے تھے۔ قاضی یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں ان تمام احکام کو نقل کرکے لکھا ہے کہ خالد کے اُن معاہدوں پر حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی کسی نے اعتراض نہیں کیا تو گویا اسپر صحابہ علیہم السلام کا اجماع ہوگیا۔ یاد رہے کہ ایسے ایسے معاہدے زبردستی اسلام پھیلانے کے حکم کے بعد ناممکن تھے۔

سنو پیارے مخالفو! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ محض انصاف اور راستی سے لکھا ہے اور مجھکو قوی امید ہے کہ جو تم میں سچ کا پیار کرنے والا ہوگا اُسپر یہ بات اظهر من الشمس ہوجائے گی کہ اس موجودہ حالت میں کسی طرح سے کسی کے ساتھ جہاد جائز نہیں ہے۔

اور خدا ایسے ہی دن ہمیشہ رکھے اور گورنمنٹ برطانیہ تو محض ایک رحمت مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جسکی فرمانبرداری اور اطاعت ہمکو دل و جان سے خدا کا حکم سمجھکر کرنی چاہیے بیشک گورنمنٹ برطانیہ ہمارے بیوی بچے مال کے ہے اور جو کچھ ہمکو ضرورت ہو اور جو کچھ غرض ہو اُس سے عرض کرنا چاہیے اور اگر کوئی غرض ہماری قبول نہ ہو تو ناامید نہ ہونا چاہیے کیونکہ

ہر ملکیت خویش خسروان دانند

اور ماں بھی تو بچہ کی ہر خواہش کو پورا نہیں کرتی اگر بچہ آگ یا سانپ لینا چاہے تو ماں نہیں لینے دیتی تو یہ گورنمنٹ بھی تو ہمارے مہربان ماں کے ہے وہ ہماری ضرورت تو اُنکو خود سمجھتی ہے اگر آج نہیں تو کل سمجھے گی پر ضرور سمجھے گی اور ضرور۔ سمجھنا چاہیے ہم نادان بچے ہیں ناز کیوں چھوڑیں وہ ناز برداری کرے ہی گی اور ضرور کرے گی۔ کیا اُسکو اپنی بھولی بھالی رعیت کا کچھ خیال نہیں ہے ضرور ہے اور ہوگا اور کیوں نہیں ہوگا؟

رعیت چو بیخ است و سلطاں درخت

خدا سے دعا مانگو کہ اس سلطنت کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور شربت نور ہدایت کا بھی اس سلطنت کو پلاوے اور جیسا اس دنیا میں ہمارے انگلستان کے بھائی خوش ہیں آخرت میں بھی خوش ہوں۔

ہاں اور جو تم یہ کہتے ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں تو حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ لڑے گا اور تلوار چلائے گا۔ تو سنو یہ تمکو دھوکا لگا ہے۔ ہاں غور سے سنو! صحیح حدیث میں مسیح موعود کے بارے میں صاف آیا ہے کہ

یضع الحرب

یعنی مسیح موعود جنگ و جدال کو موقوف کرے گا تو دیکھو یہاں سے صاف ثابت ہے کہ اُنکو جنگ و جدال و آلات حرب کی ضرورت نہیں ہوگی بس جن حدیثوں میں مسیح موعود کے لڑنے کا ذکر ہے اُن کے معنے سوائے اسکے اور کیا ہیں کہ وہ دلایل و براہین کی تلوار سے لڑینگے اور اُن کے مُنہ سے وہ حقائق و معارف نکلینگے کہ کافر دم نہ مار سکیں گے گویا مر جائیں گے۔

اور یہی بات انجیل سے بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اُس میں لکھا ہوا ہے کہ آنے والا مسیح منہ کی دو دھاری تلوار سے لڑے گا اور آیت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے پیچھے اگر اسکا فیصلہ ہوجاتا ہے اور یہ بات تم مسیح موعود میں ملاحظہ کر رہے ہو۔

دوسری روایت دیگر آیا ہے کہ یضع الجزیة یعنی جزیہ کو موقوف کرینگے جس کا آپ لوگ یہ معنی لگاتے ہیں کہ جزیہ کے حکم کو منسوخ کرینگے اور سوائے اسلام کے کافروں سے کچھ قبول نہ کرینگے لیکن یہ بیہودہ معنی ہے۔ نادانو! اکمل الکتاب قرآن شریف آچکا ہے حتی یعطوا الجزیة تو پھر وہ بدلنے والا کون؟ یاد رکھو کہ قرآن شریف کا لفظ اور ایک نقطہ بھی نہیں تبدیل ہو سکتا ہے جس کے بارہ میں خدا نے فرمایا ہے ما یبدل القول لدی اور الیوم اکملت لکم دینکم جب قرآن شریف کا ایک حکم بھی بدلا تو وہ خاتم الکتب کتاب نہ ہوئی اور جب وہ خاتم الکتب نہ ہوئی تو اُس کا لانے والا بھی خاتم النبیین نہ ہوا (معاذ اللہ)

(باقی آئندہ)

مختصر نوٹ اور نکات

(۱) خصلتان فریضتان علی کل ذی ایمان طلب العلم و طلب الکسب یطلب علما لصلاح دینه و طلب الکسب لصلاح دنیاه فمن یطلب العلم و لم یطلب الکسب جاء یوم القیمة مفلسا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو خصلتیں ہر صاحب ایمان پر فرض ہیں ایک طلب علم اور اس کی تحصیل دوم طلب کسب و تجارت تحصیل علم اپنے دین کی صلاح و بہتری اور تجارت اور کسب اپنی دنیا کی صلاح اور بہبود کے لیے جو شخص علم حاصل کرے مگر کسب تجارۃ میں سعی نہ کرے وہ قیامت کے دن مفلسوں کی سی حالت میں حاضر ہوگا۔

(۲) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرمان یہ ہے نہیں ہے وہ شخص ہم میں سے جو امور آخرت میں منہمک رہنے کے لیے مطلقاً دنیا سے دست بردار ہو جاوے۔

(۳) فرمان نبوی ہے اُس شخص میں نیکی میسر نہیں ہے جو وجہ حلال سے مال جمع کرنے کو دوست نہ رکھتا ہو

(۴) شرافت و نجابت کے متعلق حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں الشرف بالفضل والادب و لا بالاصل والنسب انسان کے لیے بزرگی و فضیلت اخلاق فاضلہ سے ہے نہ اونچے حسب و نسب سے۔

مہذب کون ہے؟ المؤیدنے ایک دلچسپ اور سبق آموز آرٹیکل "مہذب کون ہے" کے عنوان سے لکھا ہے جسکا ماحصل یہ ہے "مسلمان جب تک اپنی زبان میں ترقی نہ کریں ممکن نہیں کہ وہ عام اور مجموعی حیثیت سے ترقی و تہذیب حاصل کر سکیں ہم یہ نہیں کہتے کہ انھیں دیگر زبانیں سیکھنی نہ چاہییں۔ نہیں سیکھیں ضرور سیکھیں انگلش۔ فرنچ۔ جرمن۔ روسی غرضیکہ مہذب و ترقی یافتہ اقوام عالم کی ساری ہی زبانیں شوق سے حاصل کریں۔ مگر اس نیت سے کہ ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے قومی علم و ادب عربی کو ترقی دیں۔ مگر افسوس کہ آج کل تو مسلمانوں کی حالت اسکے برعکس ہے وہ غیر قوموں کی زبانوں سے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتے اور پیدا کرتے ہیں۔ مگر عربی کی ذرا پروا نہیں کرتے جو ان کی معرفت قومی ملکہ مذہبی زبان بھی ہے۔ ان ہی علوم متنوعہ کو جو آج یورپ کی متعدد زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور انھی کے ذریعہ ہم سمجھتے ہیں کیا اپنی پیاری عربی زبان میں حاصل نہیں کر سکتے؟ اگر یہ عذر ہو کہ عربی میں بحالت موجودہ علوم جدیدہ ہیں ہی نہیں پھر کوئی اس میں انکی تحصیل کرے تو کیونکر؟ کیا یہ ہمارا اپنا ہی قصور نہیں؟ بلا شبہ ہم مسلمانوں کا ہی قصور ہے اور لاریب ہماری ہی غفلت ہے کہ ہم عربی کو جدید علوم و فنون کے ذخائر و خزائن سے مالا مال کرنے میں ساعی نہیں ہوتے اگر بذریعہ تراجم یہ تمام علوم عربی لٹریچر میں آجائیں تو پھر مسلمان شائقین علوم مذکورہ عربی کے ذریعہ سیکھنے میں کیا عذر و تامل ہو سکتا ہے؟ مگر افسوس کہ عربی جب اسدرجہ کی قابلیت اور دستگاہ پیدا کرنے کا خیال کسے ہے؟ حالانکہ اعلیٰ درجہ کی عربی جاننے سے مسلمانوں کو کئی قسم کے فوائد و برکات مقصود ہیں۔

اول تو مسلمان نوجوانوں پر لامذہبی کا جو الزام لگایا جاتا ہے اور جو ان پر ایک حد تک فی الواقع عائد بھی ہوتا ہے وہ دور ہو گا کیونکہ عربی کی اعلیٰ تحصیل سے انھیں کتب دینیہ اور بالخصوص قرآن کریم کے فہم مطالب کا اچھا موقعہ ملے گا۔

دوسرے اسلامی تاریخ سے کامل آگاہی پیدا ہوگی۔

تیسرے ہمارے قومی لٹریچر کے وقار و قیمت میں اضافہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں عربی علم ادب کی توسیع و ترقی قدرتاً و بتدریجاً ہوگی مگر حیف صد حیف کہ مسلمان اس زبان کی سرپرستی چھوڑتے جاتے ہیں اور دانایان فرنگ اسکی حفاظت اور اس سے استفادہ کرنے میں مشغول ہیں۔ پھر جائے غور ہے کہ جیسی مہذب یہ اقوام مغربی ہیں ویسی شائستہ قوم ہم اپنے تئیں بھلی سمجھیں تو کس منہ سے؟ جو ہمارا فرض تھا اُسے تو وہ لوگ ادا کر رہے ہیں۔ پھر اگر ہم غافل و نادان کہلائیں مہذب نہیں تو کیا ہیں؟ مسلمان جب تک بھیں کھو نکرا اپنی زبان عربی کی دستگیری نہ کریں جب تک اسکی ترقی و توسیع استحکام اور قیام و بقا میں کوشاں نہ ہوں انھیں اپنی حالت پر رونا چاہیے۔ ہمعصر المؤید نے بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کی بے توجہی کا یہ دکھڑا رویا ہے پھر مسلمانان ہند کا تو ذکر ہی کیا انھیں عربی کو علوم جدیدہ سے مالا مال کرنے کی توفیق و ہمت تو کیا ہوگی وہ پہلے اسکی تحصیل سے ہی عہدہ برآ ہو لیں یہاں ایک فیصدی بھی مسلمان شاید ہی ایسے ہوں جو عربی اور پھر جدید عربی بخوبی لکھ پڑھ سکتے ہوں فہم قرآن کے لحاظ سے ہماری اور بھی بدتر حالت ہے خدا جانے ہمارا کیا حشر ہوگا +

یا و صفیکہ ہم صرف ولسے سے اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوۃ کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **خاتم النبین** اور آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں آ سکتا۔ قرآن کریم ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے اللہ کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی یا مرسل کے لفظ سے پکارے کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں **رسول رسول اللّٰہ** آیا ہے عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں **فقالوا انا الیکم مرسلون** بھی یاد نہیں رہا آہ !

حسن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے کمالات اکمل خوارق میں سے آپ کی علمی اور عملی تکمیل ہے۔ کیونکہ آپ کی تکمیل علمی اور عملی بالواسطہ کسی استاد کے ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکا نام **مہدی** بھی ہے اور **عبد** بھی۔ کون نہیں جانتا کہ آپ کی علمی تکمیل کسی استاد کے ذریعہ نہیں ہوئی اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ آپ کی عملی طاقتیں کسی مہذب مجلس کی صحبت سے پیدا نہیں ہوئیں۔ یہی خالص مہدویت کے لحاظ سے آپکو بہت سے اسرار اور معارف اور کلم جامعہ بخشے گئے یہاں تک کہ قرآن شریف میں اسقدر معارف اور نکات اور علوم حکمیہ الٰہیہ اور دلائل عقلیہ فلسفیہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں کہ وہ ان تمام معارف اور بلاغت کاملہ کے لحاظ سے ایک اعلیٰ درجہ کا علمی معجزہ ٹھہر گیا جس کی نظیر پیش کرنا تمام جن و انس کی طاقت سے باہر ہے۔ پس آپ کے اعلیٰ درجہ کا کمال جس سے آپکی تکمیل ہے **مہدویت** اور **عبودیت** ہے۔

مہدویت سے مراد وہ انتہائی معارف آلہیہ اور علوم حکمیہ اور علمی برکات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دین کے متعلق سکھلائے گئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں اول درجہ کا معجزہ ہے جس کے ذریعہ سے بیشمار انسان ایمانی اور عملی قویٰ کی تکمیل کر کے معرفت تامہ کے بلند مینار تک پہونچ گئے اور عارف کامل ہو گئے اور **عبودیت** سے مراد وہ حالت انقیاد اور موافقت تامہ اور رضا اور وفا اور استقامت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئی جس سے آپ اسرار الٰہ کیطرح جو صاف کیا جاتا اور سیدھا کیا جاتا ہے

یسوع مسیح کا شیطان نے یہاں تک پیچھا کیا کہ اسکو بگر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور سجدہ کرانا چاہا پس یسوع کا شیطان کے ساتھ چلے جانا بھی حیرت انگیز بات ہے۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتی شاید عقیدہ تثلیث کی طرح کوئی سر مخفی ہو جو بجز عیسائیوں کے اور کسیکو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بالمقابل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے** یسوع کی لائف پڑھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ پر نظر کرنے والے کم از کم اس نکتہ ہی کو بغور سوچیں !!!

یورپین فلاسفر تو شیطان کے وجود ہی کے قائل نہیں پھر معلوم نہیں کہ وہ اس انجیلی واقعہ کی کیا حقیقت سمجھتے ہیں۔ شاید نور افشاں کے ایڈیٹر کو یہ راز معلوم ہو۔

مسیح کے آخری الفاظ جو انجیل سے ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں **ایلی ایلی لما سبقتانی** یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے اور انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موت کا پیالہ ٹلانے اور موت سے بچنے کے واسطے ساری رات دعا کرتا رہا۔ اور اوروں کو بھی دعا کے واسطے کہا گویا اس چند روزہ فانی زندگی سے اسنے ایسا پیار کیا کہ ساری رات زندہ رہنے کے لیے اور موت کا پیالہ ٹل جانے کے واسطے دعائیں مانگتا رہا۔ برخلاف اس کے کہ ہمارے سید و مولے **نبی آخر الزمان** صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ دنیا سے جانے کے واسطے دعا کی **اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ** جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ **حضور** علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ منشا تھا کہ گویا اب میں اس جگہ رہنا نہیں چاہتا۔ میں اپنے خدا کے پاس جانا چاہتا ہوں اب مسیح کے آخری الفاظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ کا موازنہ کرو !!؟ اول الذکر خدا کا گلہ کرتا ہو اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے حضور جانے کا آرزومند ہے۔

اطلاع

میں ۱۵ فروری سے ۱۸ تک قادیان سے باہر رہا ہوں اسلیے اخبار دیر سے شائع ہوا ہے

ایڈیٹر

ضرورۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک عرصہ گذرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری جماعت کے اہل قلم فوراً عام پر مضامین لکھیں۔ میں ان مضامین کو سنوں گا اور دیکھوں گا کہ انہوں نے کس طرح میرے وجود کی ضرورت کو سمجھا ہے۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور بہت سے مضامین لکھے گئے اور وہ اعلیٰ حضرت کے حضور سنائے گئے۔ بعض مضامین خود مضمون نویسوں نے سنائے کچھ ہمارے مکرم بھائی منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے سنائے اور آخر یہ خدمت خاکسار نے سرانجام دیا۔

ان مضامین کا مجموعہ ہمارے پاس موجود ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت حکیم الامۃ کا مضمون ہمکو نہیں ملا تھا۔ اس سے پہلے اس سلسلہ میں جناب میر حامد شاہ صاحب کا مضمون چھپ چکا ہے سیٹھ عبدالرحمن صاحب کا مضمون بھی طبع ہو چکا ہے۔ آج سے ہم صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا مضمون شروع کرتے ہیں جو اپنے رنگ کا ایک ہی مضمون ہے اعلیحضرۃ نے بھی اسکو بہت پسند فرمایا تھا چونکہ صاحبزادہ صاحب سلسلہ مشائخ کے اسرار سے خوب واقف ہیں اسلیے یہ مضمون خاص دلچسپی سے پڑھا جاوے گا۔

(ایڈیٹر)

ضرورۃ مسیح موعود

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے مرے اللہ ادھر آ جا مرے پیارے
چوں بوئے گل اہل دل ہیں سماجا مرے پیارے
کب ہمکو ترے حسن کے شعلہ کی خبر تھی
گر آگ لگائی تو بجھا جا مرے پیارے

تمام عالم کے حالات تجربوں اور چشم دید اور نیز اخباروں رسالوں اشتہاروں اور مذہبی فتنوں اور فسادوں اور دنیوی شرارتوں پر یکجائی یا علیحدہ علیحدہ طور پر نظر ڈالنے سے ظاہر و باہر ہوتا ہے کہ قسم قسم کے فساد اور رنگ برنگ کی شوخیاں اور بیباکیاں اور طرح طرح کے بغض و حسد و کینہ و عداوت و دشمنی بیجا اور بخل اور گونا گون قصص و حکایات و ناول و افسانے نے ہر ایک ملت و مذہب کے پیرو اور متبع کو حق و سداد اور صداقت و راستی سے دور ڈال دیا ہے جسے دیکھو انانیت میں غرق جس پر نظر ڈالو ہمچو ما دیگرے نیست میں محو ہے۔

ایک دنیا نے اپنا اپنا رنگ و روپ اور ایک عالم نے اپنا نرالا بھیس و بہروپ بدلا ہوا ہے حقیقت صفا۔ مروت۔ فتوت۔ غیرت۔ حمیت۔ صدق و صفا۔ تقویٰ۔ تزکیہ۔ تصفیہ۔ خشیۃ اللہ یک قلم مفقود ہے۔ امراء کو دیکھو تو عجیب حال ہے غرباء کی نئی چال ہے پیروں فقیروں میں اور بھی نئی و نرالی ادا ہے ایک دوسرے پر حرکات میں سکنات میں قول میں فعل میں ہر ایک وضع اور تراش و خراش میں سبقت لیگیا ہے۔ جدھر تدھر دیکھو ایک عجیب عالم نظر آتا ہے جہاں تہاں نظر ڈالو کچھ اور کا اور ہی نظارہ پیش نظر ہوتا ہے

ظہر الفساد فی البر والبحر

بحر و بر مفاسد سے بگڑ گئے خشک و تر کوئی مقام دار الامن نہیں ملتا اہل کتاب و غیر اہل کتاب خراب ہو گئے مسلمانوں اور دوسرے لوگوں میں بے امنی پھیل گئی نہ ان میں کوئی فرق اور نہ انمیں کوئی تمیز ایک سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر الامان مفاسد و فتن کا کوئی ٹھکانا ہے اگر پورے پورے لکھے جائیں تو قلم گھس جائیں دواتیں ختم ہو جائیں ہاتھ رہ جائیں قومیں کی قومیں ایک دوسرے کی مدد کریں تب یہ ختم نہ ہوں۔

میں دور کیوں جاؤں اور دوسروں کے حالات و مقالات پر کیا افسوس کروں میں اپنے اُس گروہ پیروں اور کیا عجب ہے کہ آنکھوں سے بجائے آنسوؤں کے اشک خون بہاؤں کہ جو گروہ صوفیہ صافیہ کے نام سے مشہور اور اپنے اعمال و اوراد و اقوال و رفتار و گفتار و اشغال و رسم و رواج پر مغرور اور ہمہ دانی و ہمہ بیانی میں مسرور ہے اور با اینہمہ اپنے آپ کو علوم روحانیہ کا منبع اور معارف و خدادانی کا سرچشمہ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرضوان والغفران کا وارث بننے میں محفوظ ہے۔ اور خوارق عادات اور نشان و کرامات اور کشوف و رؤیا و الہامات قادرانہ و مقتدرانہ و نیز مقربانہ کا مدعی اور اہل اللہ و واصل باللہ اور مقرب الرحمن اور مستجاب الدعوات ہونے کا مفتخر اور اطفال اللہ و متخلق باخلاق اللہ میں داخل ہونے کا تاج اپنے سر پر اور اناالحق کی پٹی زیب کمر کرنے والا بلکہ اُن سے بھی ایک دو بالشت زیادہ

مصرعہ

ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

پر بڑے جوش و خروش سے قدم مارنیوالا ہے۔ وہی تمام نعماء الٰہیہ و اسرار ربانیہ سے دور و مہجور ہے وہ علوم روحانیہ سے محض ناواقف انبیاء علیہم السلام کے طریق کو بجبر سنت اللہ و سنت الانبیاء والاولیاء سے سراسر نادان و ناسمجھ اور نااہل۔ کرامتوں و خوارق اور کشوف اور امراء رؤیا اور حقیقت الہامات و وحی الٰہی سے نابلد و ناآشنا۔ بجائے ترک ماسوی اللہ کے ترک اللہ اور بجائے فنا فی اللہ کے فنا فی الرسوم والدنیا اور بجائے رجوع الی اللہ کے رجوع بالخلق والخلائق و تسخیر الدراہم والاجنۃ ہیں۔

مجھے رات دن کے برتاؤ اور آنکھوں دیکھی نشست و برخاست اور ہر وقت کی خلا ملا اور ہم پیالہ و ہم نوالہ رہنے سے خوب ثابت ہوا کہ جس قدر یہ فرقہ پستی میں ہے اور جس قدر یہ گروہ ناقص حالت ہے اسکی نظیر دوسرے فرقوں میں کم ہے کیونکہ دعویٰ کچھ اور افعال کچھ۔

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

وہ پاک مذہب اسلام اور وہ مصفا طریق خدا تعالیٰ کی رضا اور وصل کا حاصل کرنے کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے لائے اور اپنے صحابہ کو دیا وہ اب انمیں سلسلہ میں کہاں۔ توحید باری تعالیٰ صفات باری تعالیٰ ان سے ایسی گئی کہ جس کا پتا نہیں لگتا۔ عقائد حقہ اور اعمال صالحہ اور خداشناسی و معرفت الٰہی اور قرآن شریف کی سمجھ اور اسکی پابندی اور وہ تعلیم سب کچھ مفقود ہے سنن انبیاء سے متنفر و ناآشنا غرضکہ ہر ایک سنن اور حسن طریق سے غفلت ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس گروہ کے اقوال اور افعال اگر یکساں ہوتے اور جو کچھ زبان سے کہتے ہیں کرکے بھی دکھلاتے تو کیوں یہ اسقدر فتنے اور فساد کے دروازے دنیا میں کھلتے۔ یہی فرقہ کا نااہل اور ناسمجھ ہونا دنیا کی خرابی کا زیادہ تر باعث ہوا۔ یہی فرقہ نے سب سے پہلے اپنا یہ نمونہ دکھلایا یہی وہ طائفہ ہے کہ جس کا سب سے پہلے قدم پھسلا عقائد میں توحید میں تقوی میں طہارۃ میں اعمال میں افعال میں لباس میں رفتار و گفتار میں معرفت الٰہی میں عبادت میں ہدایت میں غرضکہ ہر ایک طریقہ حسنہ میں بگڑا ثابت ہوا ہے۔

نماز جو ذریعہ نجات اور خدا سے ملنے اور ہمکلام ہونے کا اور معراج مومن ہے وہ تو ان میں کچھ قدر و منزلت ہی نہیں رکھتی وہ تو اسطور سے ادا کی جاتی ہے جیسے مرغ دس پانچ دانوں کو جلدی سے چُن کر کسی اور طرف رُخ کر لیتا ہے۔ ان کا قول ہے کہ نماز سے خدا نہیں ملتا وصال الٰہی میسر حاصل نہیں ہوتا یہ تو صرف ایک حکم ہے جسکو جس طرح جلد جلد ادا کر لینا چاہیے نماز کو سنوار کر یا آہستہ آہستہ پڑھنا سمجھنا نادانی اور بیوقوفی ہے۔

افسوس یہ لوگ نماز سے ایسے بیخبر ہوئے اور اس نعمت عظمیٰ اور سعادۃ کبریٰ سے ایسے محروم ہوئے۔ نماز وہ شے جس سے خدا ملتا ہے جس کو سمجھ کر پڑھنے سے نجات ملتی ہے جس سے رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے

ایک صوفی درویش نے ایک روز مجھسے پوچھا کہ وصول الی اللہ و تزکیہ قلب کا طریق آپکے مرشد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیا بتاتے ہیں میں نے کہا کہ قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بنانا اور اس کے احکام کی پابندی اور اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے پرہیز اور نماز سنوار کر اور دل لگا کر پڑھنا اور نماز میں دعائیں کرنا جیسے حمد ہے قیام ہے جلسہ ہے رکوع ہے سجدہ ہے بعد تلاوت قرآن کریم یا ادعیہ ماثورہ یا تسبیح مع ترجمہ اپنی زبان میں تب اُس بزرگ نے یہ بات سنکر ہنس کر ان الفاظ میں فرمایا کہ یہ تو نرا ملانوں کا طریق ہے قرآن سے یا نماز سے خدا نہیں ملتا اور نہ یہ راہ خدا تک پہونچنے کی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کونسی راہ بتلاتے ہیں انہوں نے کہا کہ توجہ دینا اور مراقبوں کے اندر مرشد کا تصور کرنا اور اُسکو حاضر سمجھنا نفی و اثبات کی ضربیں لگانا میں نے کہا کہ یہ راہ تو ہندوؤں کی راہ ہے مسلمان صوفیوں نے بعض فقرا و ہنود اور جوگیوں سے یہ نقل لیے ہیں اسلام میں انکا نام و نشان نہیں۔

الغرض جہاں تک دیکھا جاتا ہے اس فرقہ میں اعمال افعال عبادات اسلامی کو چھوڑ کر صدہا طرح کی بدعتیں اور طرق عبادت وغیرہ اپنی طرف سے ایسے ایجاد کیے کہ گویا شریعت اور طریقت کو الگ الگ بنا۔

صوفیوں میں ایک ہزار فرقہ سے کم فرقے نہیں ہیں اور سب فرقے ایک دوسرے سے علیحدہ راہ اپنی رکھتا ہے۔ اور مشہور و معروف انمیں چار خاندان اور چودہ خانوادے ہیں۔

سب سے پہلے انہوں نے توحید باری تعالیٰ عز اسمہ میں ٹھوکر کھائی ہے اور وحدۃ الوجود کا ایک بے بنیاد مسئلہ اپنی طرف سے ایجاد کیا پھر اس میں کوئی حلول ہے کوئی اتحاد ہے کوئی اس کے بین بین ہے۔ نہ اس وحدۃ الوجود کی بحث قرآن میں ہے نہ احادیث میں اور نہ آئمہ اربعہ میں اس کی کچھ بحث ہوئی یہ بھی ہندوؤں کا یا بعض ایسے لوگوں کا ایجاد کیا ہوا ہے کہ جو خدا کی راہ سے اور اسکی رضامندی کے طریق سے دور پڑے ہوئے تھے یہی لفظ کا ترجمہ ہمہ اوست ہے قرآن شریف کی آیات محکمات و بینات کو چھوڑ کر بعض آیات متشابہات سے توڑ مروڑ کر وحدۃ الوجود کا مسئلہ بیان کرتے ہیں مگر وہ بھی بے اصل اور بے حقیقت اگر یہ ایسا مہتم بالشان ہوتا جیسا کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ کل مدار معاد خداشناسی اور انسانی ترقی کا اسی پر ہے تو ضرور یا مضرور قرآن شریف میں اس کی کافی بحث ہوتی اور کوئی سورۃ منجملہ سورہ قرآنیہ کے ضرور ہوتی چاہیے تھی یا بخاری وغیرہ احادیث کی کتابوں میں کوئی باب باندھا جاتا۔

دن کی اصطلاحیں عجیب ان کے طرز عبادت عجیب جن کا اسلام میں نام و نشان نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ میں جب ۱۳۰۸ ہجری میں حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوا تو اس زمانہ میں مجھے وحدۃ الوجود کے مسائل میں بڑی مشق تھی کیونکہ ہمارا یہی عقیدہ اور یہی مذہب تھا اور سارے دن یہی تعلیم تھی اور یہی خدادانی و خداشناسی اور معرفت الٰہی سمجھتے تھے پہلے حضرت اقدس سے یہی سوال کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اسلام سے اسکو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ سب چیزیں خدا کی عین ہیں اور خدا تعالیٰ ہر چیز بتلاتا ہے محی الدین ابن عربی نے یہیں ٹھوکر کھائی اگر سب چیزیں خدا کی عین ہوتیں تو خدا تعالےٰ یہ نہ فرماتا کہ الحمد للہ رب العالمین بلکہ اسکی جگہ یہ فرماتا کہ الحمد للہ عین العالمین۔ بس حضرت اقدس کا یہ فرمانا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اور میرے تمام عقیدہ اور مسائل وجودیہ پر پانی پھر گیا اور جو کچھ حقیقت اس مسئلہ کی تھی وہ سب منکشف و ہویدا ہو گئی اور میں خوب سمجھ گیا اور اسکی اصل حقیقت تک پہونچ گیا اور کما حقہ یہ سر مجھ پر ظاہر ہو گیا۔

اس گروہ میں صدہا مختلف فرقے ہیں خیر القرون کے بعد کچھ عجیب و غریب شر القرون ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جو بطور مستقبل یعنی بطریق پیشگوئی تھا وہ کیسا سچا ہوا جو فرمایا تھا کہ خیر القرون کے بعد یفشوا الکذب ہے۔ یعنی میرا زمانہ اور مسیح موعود کے زمانہ کے سوا درمیانی زمانہ فیج اعوج اور یفشوا الکذب کا ہے۔ سو اب تو ہمیں ان فرقوں کے نام بھی یاد نہیں مگر میں یقیناً کہتا ہوں کہ کوئی اکہتر کے قریب قریب یہ فرقے ہیں

چار خاندان اور چودہ خانوادے تو مشہور مگر اُن کی شاخیں اور شعب جو اب وہ مستقل خاندان بن گئے ہیں وہ اکہتر کے قریب ہیں یا شاید اس سے بھی زیادہ۔

چار خاندان میں تو گو نفس نماز و روزہ وغیرہ خیر کچھ ہیں مگر ان کے علاوہ اور تو نماز کو نقشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ جسکا بیان بیرون طاقت سے باہر ہے۔ ان کے اوراد و وظائف و اشغال و مراقبات ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور کچھ اور کے اور ایجاد کر رکھے ہیں۔ انکے عقائد اور اعمال کا کیا حال بیان کروں خدا کی کلام و کتاب مجید سے کوسوں دور ہے قرآن شریف اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے اسکے نزول کی علت غائی ان کے ہاں یہی ہے کہ مردوں کی روحوں کو پڑھ کر اسکا ثواب پہونچا دیا جائے یا دسویں بیسویں چالیسویں اور تیجا اور برسی میں اسکو پڑھ کر نہیں نہیں کچھ آیات چیدہ چیدہ پڑھ کر ارواح کو بخش دیا جاوے جس سے مردوں کے گناہ بخشے جائیں خواہ مخواہ دنیا میں خلاف خدا اور رسول عمل کیے ہوں یا نہ تو یہ مرے ہوں الا ماشاء اللہ اسلام رسوم و بدعات میں مبتلا ہوں شرک و کفر میں کوئی کمی نہ کی ہو۔

الغرض

قرآن شریف کی ان لوگوں نے یہ قدر کی اور کلام الٰہی کی یہ عزت ان کے دلوں میں ہے اور جس واسطے یہ قرآن شریف نازل ہوا تھا اس غرض کو بالکل انھوں نے بھلا دیا۔

ای بسا آرزو کہ خاک شدہ

اولیاء اللہ کو جو فوت ہو گئے اور واصل بحق ہو گئے ہیں ان زندوں کو خدائی میں شریک ٹھیراتے ہیں بجز ان کے خدا کی خدائی چل نہیں سکتی ان کی نذر و نیاز چڑھا دیے جائیں تو حل مشکلات و آسانی مہمات ہو۔ گویا بزرگوں کو بھی رشوت کی ضرورت ہے جس قید خانہ سے وہ نکل کر اور جس عنصر خانہ سے وہ چھوٹ کر اعلیٰ علیین اور قرب الٰہی کی جگہ جنت میں پہونچے اُن نعماء سے انکو پھیر دیا پھر بھی ان ہی دنیا کی چیزوں میں انکا دل اٹکا رہا اور گوشت کی بوٹیوں پر رال ٹپکتی رہی۔ دنیا میں جس بات کو انھوں نے پسند نہیں کیا انکے وصال کے بعد وہی مکروہ ناپسندیدہ کپڑے ان کی قبروں پر ڈالے گئے۔

اور پھر یہ بھی اعتقاد ہے کہ قطب ابدال اور غوث اور فرد اور قطب العالم اسی دنیا میں رہتے ہیں اور دنیا کا نظم و نسق اور انتظام انھیں کے ہاتھ میں ہے یہ جو چار تن ہیں خدا سے بہرہ ور ہو کر گنتے ہیں اور کو سب جمع ہو کر تمام انتظام دنیا کا کرتے ہیں مجھے ایک بزرگ کا جواب وہ فوت ہو گئے واقعہ یاد ہے کہ جب کوئی حاجتی اور اپنی غرض حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے انکے پاس جاتا تو وہ کہتے کہ ہاں میں نظام الدین اولیاء یا فلاں بزرگ سے تمہارا حال عرض کرونگا جیسا وہاں سے حکم ہوگا وہ میں تمہیں سناؤنگا اور ان کا توشہ اور فلاں فلاں کے لیے یہ سامان طیار کر لو۔

غرض یہ بزرگ جو چاہیں کر گذریں کوئی پرسان نہیں ہوتا۔ پھر یہ عیسائیوں کے کفارہ کی طرح اپنے بزرگوں کا کفارہ بنائے بیٹھے ہیں عیسائی تو ایک ہی کفارہ پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں یہاں صدہا اور ہزارہا کفاروں کو کھڑا کیا ہوا ہے کہتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارے واسطے سب کچھ کر گئے اب ہمیں عبادت کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور نیکی کی اور نہ نماز روزہ کی پرواہ اور جو ان میں کچھ کرتے بھی ہیں تو صرف رسمی طور اور دکھاوے کے طریق پر۔

ایک صاحب سجادہ کا ذکر ہے کہ بعض لوگوں نے اُن پر طعن کیا کہ یہ شراب پیتے ہیں مست و مخمور اور مے و جام میں مستغرق اور ارباب نشاط کے جلسوں اور رقص و سرود میں مشغول رہتے ہیں کسی نے اُن کے مریدوں اور ارادت مندوں کا جو وہ بھی اسی قماش کا آدمی تھا جواب دیا کہ آپ لوگوں کو ان کے قرب و منزلت اور قبولیت کی خبر نہیں ہے میں نے ایک دفعہ اسی قسم کا اعتراض کیا تھا میں نے ایک دفعہ کراہت حقارت کی کہ دیکھو ایک عظیم الشان بزرگ کے سجادہ اور ان کے وصال اور افعال ایسے تو میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہ بزرگ جن کے یہ سجادہ اور گدی پر بیٹھے ہیں وہ دریا میں گندے اور ناپاک چرک آلودہ کپڑے دھو رہے ہیں میں نے عرض کی کہ حضور یہ کیا کرتے ہیں فرمایا میرا پوتا میرا سجادہ نشین اب موجود ہے اس کی ناپاکیاں اور گندگیاں اور خطائیں دھوتا ہوں میں کیا کروں جو وہ کرتا ہے سب مجھے کرنا پڑتا ہے کیونکہ اپنے مجرموں کی لاج ہمیں ہی رکھنی پڑتی ہے ہم ہی نہ دھوئیں تو پھر کون جو وہ کرتا ہے میں دھوتا ہوں پس جب اس خواب سے جاگا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب اعتراضات کو یک قلم دل سے اٹھا کر مرید ہو گیا اور سمجھا کہ جن پر بزرگوں کی مہربانی اور خاص نظر ہے وہ جو کریں سو تھوڑا ہے اب میں نے عہد کر لیا ہے کہ بزرگوں کی اولاد پر میں کبھی کوئی بدظنی نہ کروں گا۔

اب صوفیوں اور مشائخ کا یہی کمال سمجھا جاتا ہے کہ اپنے آباؤ و اجداد کی کراماتیں بیان کرنا۔ اور بزرگوں کے مزارات پر جانا اور ان سے حاجات طلب کرنا اور کروانا نذر و نیاز غلاف قبول کرنا اور خود ایسے پاپ کرنا کہ گویا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ابھی ابھی عرش سے پرے ہو کے آتے ہیں۔ انکو یہ خبر ہی نہیں کہ نری بزرگوں کی کراماتیں بیان کرنا جب تک کہ خود کچھ نہ ہو فضول ہے اسلام تو وہ پاک اور زندہ اور ہمیشہ تازہ بتازہ و معطر مذہب ہے کہ اپنے پیروؤں کو دائمی حیات اور ہمیشگی کی زندگی بخشتا ہے اسکے پابند حقیقی زندگی پاتے ہیں وہ مُردوں اور رخصت شدہ لوگوں تک اپنے انوار اور برکات کا دروازہ بند نہیں رکھتا وہ خود منور اور دوسروں کو منور کرتا ہے نہ وہ خود تاریک ہے اور نہ دوسروں کو تاریکی میں چھوڑتا ہے۔ اسلام تو یہ سکھاتا اور تعلیم دیتا ہے کہ جو تقویٰ اور جس طہارت اور اعمال حسنہ کو بجا لا کر دوسرے بزرگ خدا کے پیارے بنے تم بھی وہی تقویٰ اور طہارت اور اعمال و افعال بجا لا کر ویسے ہی بلکہ ان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو جاؤ۔ اگر دوسروں کی بڑائی اور باسی کراماتیں ہی بیان کرنی ہے تو پھر تمہارے بھائی دوسرے مذہب والے ان باتوں میں کیا کچھ کم ہیں وہ تم سے بھی زیادہ صدہا درجے کراماتیں اپنے بزرگوں کی سنا دیتے ہیں تم میں اور ان میں فرق کیا رہا؟ کچھ بھی نہیں۔ عیسائیوں ہی کو دیکھو کہ وہ یسوع کی کیا کیا کراماتیں اور خوارق و معجزات بیان کرتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یسوع نے وہ کمالات دکھلائے کہ زمین آسمان میں نہ سما سکیں۔ اور مردوں کو اسقدر زندہ کیے کہ جو شمار میں نہ آسکیں اقتداری معجزات دکھلائے۔ کوڑھیوں کلنجوں مادرزاد اندھوں بہروں لنگڑوں کو تندرست اور چنگا بھلا کیا۔ بھلا اب بتلاؤ تو سہی کہ سید عبد القادر جیلانی نے ایک کشتی ڈوبی ہوئی نکالی جس میں چند شخص تھے اور جو بارہ برس کے مرے ہوئے تھے ان کو آن میں زندہ کیے کہ شمار سے باہر ہوں وغیرہ وغیرہ پھر اس میں تمہارا کیا حقیقت اور سچائی رہی ہندوؤں کی کتابیں سنو اور بھی عجیب ہیں تمہاری تو اسی بات میں نیکی ہے اور خصوصیت کہ تم خود کچھ دکھلاؤ اور وہ دکھلاؤ کہ عیسائی اور ہندو تمہارے مقابلہ میں دم نہ مار سکیں۔

یہ نامراد مُردہ پرست قوم عیسائی اپنی تمام آرزوؤں اور مرادوں کو مسیح کے ذمہ لگا کر بے خوف ہو بیٹھے۔ یہ صوفی یہ درویش یہ قبر پرست سجادہ نشین اگر راہ راست پر ہوتے اور صراط مستقیم کی پابندی ان میں ہوتی اور سچا تقویٰ اور سچی طہارت اور خشیۃ اللہ ان میں پایا جاتا اور واقعی صاحب کرامت و خوارق عادت ہوتے اور معرفت الٰہی کی خوشبو سے معطر ہوتے تو کیوں آج غیر قوموں کو اسلام جیسے پاک و شستہ و مصفیٰ و معطر و منور مذہب پر ہاتھ ڈالنے اور ہنسی ٹھٹھا اڑانے کا موقع ملتا ان کے بے ہودہ انکی بری حالتوں اور خراب کرتوتوں سے عیسائیوں برہموں جینیوں وغیرہم کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا۔ ان کا یہ خیال کہ کرامت کو ایسا چھپاؤ جیسے عورت اپنے حیض کو مخفی کرتی ہے کسقدر دور از عقل اور واہیات ہے۔ بھلا خدا تعالیٰ ایک نعمت عطا کرے اور یہ اس نعمت کی بے قدری کریں تب ہی تو اس بے قدری کے بدلے وہ نعمتیں وہ عطیات الٰہیہ واپس لے لی گئیں ایسے نامردوں سے لے لینا ہی بہتر ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ برہموں نے جو الہام اللہ مکالمات الٰہیہ اور خوارق و معجزات سے انکار کیا اور خدا تعالےٰ کو بیکار اور معطل چھوڑ دیا یہ صرف بزرگواروں کی بدولت ہے۔ یہ کراماتیں دکھلاتے انبیاء اور اولیاء کی گدی کے مالک کہلا کر انکی طرح خوارق و کرامات اور کشوف وغیرہ کو ظاہر کرتے خدا کی ہستی کا نشان دیتے تو کیوں اسلام پر آج چاروں طرف سے غلط تیر و تبر کے وار چلتے۔ عیسائیوں کی مجال تھی کہ وہ علی الاعلان کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ کوئی معجزہ ثابت نہیں۔ بعضوں نے اپنے آپ کو کیا لگایا بلکہ اسلام کو دھبا لگانے کے وجود سے لگایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی کرائی۔ باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محب قدیم سید محمد علی صاحب۔ بعد دعائے خیر اندیشی و سلام مسنونہ واضح رہے کہ میں نے آپکا خط غور سے پڑھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میری ایک مدت دراز کی صحبت اور نیز ایک لمبے عرصہ کی ارادت سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔

عزیز سید! میں نے قادیان میں آکر کیا نقصان کیا اور کیا خسارہ اُٹھایا۔ کیا خدانخواستہ کوئی میرا ہاتھ جاتا رہا یا آنکھ ناک کان میں فرق آگیا یا کوئی اور عضو گر گیا۔ یا معاذ اللہ میں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار کیا یا انبیا و اولیا اور خدا کے برگزیدوں اور مقبولوں سے روگردان و برگشتہ ہوگیا وہ کونسی ایسی بات ہے جو میرے لیے باعث نقصان اور موجب حرمان ہوئی ایک تو لکھی ہوتی ایک تو بتلائی ہوتی۔ بندۂ خدا! بے تحقیق اور بغیر سوچے منہ اُٹھا کر بات کہدیا۔ ابھی یہیں یہاں تو وہی نماز وہی زکوٰۃ وہی روزہ وہی حج وہی کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہی اوامر وہی نواہی وہی احکام وہی طرز عبادت وہی طریق اتقا ہے جو دین اسلام میں ہے۔ ہاں اگر نہیں ہے تو ایک فقط حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام نہیں ہے۔ وہ کیوں نہیں؟ اسلیے نہیں کہ اس شرک مجسم اور کفر اعظم حیات مسیح ابن مریم سے اسلام کوسوں دور ہے قرآن کریم اس سے منکر ہے رسول اللہ صلعم منکر صحابہ اس سے منکر تابعین اور تبع تابعین اس سے منکر آئمہ و اکابر و اولیا اس سے منکر پھر بڑی بات یہ کہ میرے آبا و اجداد اس سے منکر پھر بتلاؤ کہ اس میں نفع ہے یا نقصان۔ اگر قرآن میں مسیح کی حیات کا ذکر ہوتا یا احادیث و آثار میں یا اکابر اسلام و آئمہ عظام و اولیا کرام اور اہل ولایت کے تذکرہ میں یہ ذکر پایا جاتا تو تم مورد طعن اور مصدر تشنیع ہو سکتا تھا۔

سید صاحب! سوچو! اور غور کرو! چند ایک روایات منقولہ تمہیں نہیں سوجھتیں ناقصہ کاسدہ اور لغو اور بیہودہ و بے وقعت اور یا اوہام مفسدہ و غیر صحیحہ کی بنا پر تم یا کوئی اور مجھے ملامت کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ کیا میرے والد تم سے کچھ اور مجھ سے پوشیدہ رکھ گئے؟ بالکل نہیں؟ یا میرے کسی آبائی سلسلہ کی کسی تصنیف میں دکھا سکتے ہو کہ اُنھوں نے مسیح کی حیات کے بارہ میں ایک لفظ بھی لکھا ہو؟ قطعاً نہیں۔ خدا کے لیے سوچو! اور خوف خدا کو دل میں جگہ دو۔ تم کیا میرے مریدوں میں بہتوں نے مجھے لکھا ہے اور تم نے چونکہ لکھا ہے اسی واسطے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں آیات سے احادیث سے اور صحابہ کے اجماع سے تابعین و تبع کے اقوال سے اور نیز حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے کر نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن سلسلہ وار نام بنام اپنے والد ماجد حضرت شاہ حبیب الرحمن رضی اللہ عنہم تک کتب معتبرہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ سب بزرگ بعد دیگرے وفات مسیح کے قائل تھے اور حضرت قطب الاقطاب قطب جمال الدین احمد ہانسوی جو حضرت امام اعظم سے گیارھویں پشت میں ہیں اور مجھ سے اٹھارھویں پشت میں ہیں اور آپ کے شہر میں انکی خانقاہ ہے جسکی زیارت کے لیے آپ صبح صبح ہر روز جایا کرتے ہیں اور نماز قضا ہو جائے مگر وہاں کا جانا ترک نہ ہو انھوں نے وفات مسیح کو لکھ کر بتا دیا ہے کہ وہ فوت ہوگئے اور آنے والا مسیح اور ہے اور وہ جو وفات پاگیا اور جو مسیح آنے والا ہے وہ اسی اُمت سے ہے اور اسپر انھوں نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ جیسے رمضان کا مہینہ ایک چلا جاتا ہے اور دوسرا رمضان اسکی جگہ آتا ہے مگر وہ اُس رمضان کا غیر ہوتا ہے جو گذر گیا اور ہوتا ہے رمضان ہی۔ پس اس رسالہ کے دیکھنے سے ثابت ہو جائے گا کہ نقصان تم نے اُٹھایا ہے یا اس خاکسار نے۔ اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ یہ عاجز کس بصیرۂ تامہ اور انکشافات صحیحہ و صریحہ بینہ پر قادیان میں آیا ہے اور خدا کے فضل اور رحمت اور الٰہی نشان کو پایا ہے اور کس مظہر اللہ کے قدم میں جگہ لی ہے۔

افسوس صد حسرت وافسوس طرح طرح کی رسومات اور قسم قسم کی بدعات واہیات نے آپ کے دل میں جگہ لے رکھی ہے جس سے یکسر صاف اور سیدھی راہ ٹیڑھی اور پر خار نظر آتی ہے۔ آنکھیں کھولو۔ کس برتے پر مجھے کہتے ہو کہ آپ نے اپنا بڑا نقصان کیا پیارے سید میں نے نقصان کیا یا تم نے؟ نقصان اپنا کیا یہ تمہارا کہنا کہ حضور اپنے اہل و عیال کو وطن لے جائیے اور آپ یہاں تشریف لے آئیے تو ہم سب ویسے ہی دست بستہ حضور کے غلام حاضر ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ کیا مجھے اب بعد بصیرۂ صحیحہ حاصل کرنے کے پھر بے بصیرتی میں ڈالتے ہو۔ کیا پھر مجھے الغوزہ وستار اور چنگ و رباب اور مجھ سے حال و قال میں اور بدبودار بدعات و رسومات اور میلوں ٹھیلوں میں پھنسانا چاہتے ہو جن امور شنیعہ کو ان بزرگوں نے بھی منع فرمایا جن کے مزارات پر یہ کام کیے جاتے ہیں چنانچہ حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیا نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کتاب سیر الاولیا ملاحظہ ہو۔ کہ شخصی آمد و گفت کہ یاران شما در فلان موضع جمعیتی کردہ اند و مزامیر درمیان بود خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر بر زبان مبارک راند کہ ہر چہ کردہ اند نیکو نکردہ اند من این را منع کردہ ام کہ سماع مزامیر و محرمات نباشد۔ الخ۔

اور اخبار الاخیار میں یہ لکھا ہے کہ روزے بعضی از مریدان شیخ نظام الدین اولیا مجلسی داشتند و از دف و زنان سرودے می شنیدند شیخ نصیر الدین محمود در مجلس بود برخاست تا بر آمد یاران تکلیف نشستن کردند گفت خلاف سنت است گفتند از سماع منکر شدی و از مشرب پیر برگشتی گفت حجت نمی شود دلیل از کتاب و حدیث می باید بعضی از غرض گویان این سخن بخدمت شیخ رسانیدند کہ شیخ محمود چنین میگوید شیخ را صدق معاملہ او معلوم بود فرمود راست میگوید حق آنست کہ او میگوید و در سیر الاولیا می نویسد کہ در مجلس شیخ نظام الدین مزامیر نبودی و تصفیق نکردند۔

سید صاحب! جسکو خود اہل طریقت ایک امر منع فرماویں تم اسکو اسمیں پھر ملوث کرنا چاہتے ہو اور پھر مجھ کو دنیا کی طرف کھینچتے ہو۔ کیا مجھکو اس فقیرنی جیسا کرنے ہو کہ کسی بادشاہ نے اپنے محل میں ڈال لیا تھا وہ کچھ فکر اور غم سے ملول رہتی تھی بادشاہ نے اس ملالت اور غم کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میرے حسب منشا کھانا نہیں ملتا بادشاہ نے کہا کہ جسطرح چاہو وہ انتظام کیا جائے اُسنے عرض کیا کہ یہ چاہتی ہوں کہ کھانا میرے مکان میں جب لایا جائے تو میں اکیلی کھاؤں اور میرے پاس کوئی نہ ہو۔ پس بادشاہ نے ایسے ہی کیا تو فقیرنی نے دروازے مکان کے بند کر کے اور کھانوں کو طاقوں میں رکھدیا اور پھر ہر ایک طاق پر جاتی اور سوال کرتی اور دو دو چار چار لقمے لیکر کھاتی۔ تب اُسکا وہ رنج دور ہوا بادشاہ نے یہ حال معلوم کر کے اُسکو اپنے محل سے رخصت کیا سید صاحب! مجھے آپ ایسا ہی دیکھکر خوش ہونا چاہتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

دیکھو ہمارے جد امجد حضرت قطب جمال الدین نے جب فرید الدین گنجشکر سے بیعت کی تو تمام آمدنی وجاہت و خطابت کو ترک کر دیا تھا اور مرشد کی صحبت کو اسپر ترجیح دی۔ مرشد جیسی نعمت بھی کوئی دنیا میں ہے! ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اخبار الاخیار وغیرہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین احمد ہانسوی الخطیب انتساب او بامام اعظم ابو حنیفہ کوفی میرسد از اعاظم خلفائے شیخ فرید الدین گنجشکر است جامع کمالات ظاہر و باطن بود روزے شخصی از ہانسی بخدمت گنجشکر آمد از وی پرسید کہ حال ما چگونہ است عرض کرد کہ محمد ہم از این روز کہ بخدمت پیوستہ کردہ است مواضع و اسباب و شغل خطابت بکلی ترک دادہ است و گرسنگیہا و بلاہای سخت میکشد شیخ فرید الدین خوشحال شد و فرمود الحمد للہ خوش حال شد۔ علی ہذا القیاس ایسا ہی میں نے بھی کیا تو کیا برا کیا کہ خدا کی رضا اور مرشد کی صحبت کے لیے اپنی آمدنی کثیر اور جاگیر اور عہدہ پیری و صاحبزادگی کو الوداع کیا اور پیر بھی وہ پیر کہ سب پیروں کا پیر اور مرشد بھی وہ مرشد کہ سچا اور صادق اور خدا کا فرستادہ مرشد مسیح موعود مہدی معہود جس کے انتظار میں ہزاروں فقیر لاکھوں کروڑوں راسخ علما و صادق اولیا اس جہان سے گذر گئے اور گویا یہ کہتے ہوئے اسی شوق میں رخصت ہوگئے۔

خمسہ

وہ بھی دن ہو گا کبھی شاہ امم — میرے گھر تک آئیگے اُٹھ کر قدم
میں پکاروں شوق سے یہ دمبدم — من مرے کارم کہ در پایت قدم
ترک در خوبی نداری ہمسرے

وہ تمام بزرگ اگر اسوقت زندہ ہوتے تو سر کے بل ہاتھوں کے بل چلکر آتے اور اس مرسل یزدانی کے قدموں کی خاک پاک کو سرمہ بناتے اور جب فرستادہ الٰہی کی بیعت سے شرف حاصل کرتے تو اس بارگاہ معلی میں دست بستہ یہ گذارش کرتے

خمسہ

ہو نرالا حسن کا عالم ترے — تیری کس کس آن پر کوئی مرے
دین و دل رکھو جان دیکیا کرے — من نمیدانم [illegible]
مہدی و عیسی و مہر انورے

اور یہ بات انکی سراسر ناواقفیت پر اشارہ کرتی ہے کہ اس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں نہ کوئی عالم ہے نہ فاضل ہے نہ کوئی صوفی نہ مشائخ۔ لوگ یہی بیہودہ اعتراض کرتے ہیں اور صادق اور سعید الفطرت لوگ اور عالم بھی اور فاضل بھی اور مشائخ بھی اور صوفی بھی ہزاروں ہزار اس سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہوتے رہیں گے۔ آپ جیسے معترضین کے متنبہ کرنے کے لیے یہ ایک رسالہ لکھا ہے جسمیں علماء و فضلاء اور مشائخ کی فہرست معہ پتہ و نشان دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایک میں ہی نہیں بلکہ بیشمار سعید اور بڑے عالم و فاضل اس سلسلہ پاک میں داخل ہو چکے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں

خمسہ

سیکڑوں بسمل پڑے ہو در پر ترے — اور ہزاروں ہیں وحش جگر پر
کوئی چھوڑ کوئی واویلا کرے — من نمیدانم [illegible]
مہدی و عیسی ما

کہکے بسم اللہ رکھتے ہیں قدم — تیرے کوچہ میں نہیں کچھ ہم کو غم
جان کے جانیکا ہو یاں کسکو غم — من سر وارم کہ در پایت کشم
ترک در خوبی نداری ہمسرے

وہ تجلی ہے تمہاری کامیاب — دونو عالم جسکے گرد اک حجاب
آدمی ہو کسطرح لاؤ نہ تاب — دیکھتے ہیں جمال ماہتاب
گر برائی یا مدار از منظرے

عشق صادق اکلیل نو دوال — میرے چکنی سی ہو حال
درد الفت کے یہ ہو تمہیں نشاں — ہر کہ دیدار تو بیند خستہ جاں
گشتہ ہر مو بر تنش او نشترے

عزیز سید! ایک دفعہ یہاں آؤ اور خدا تعالیٰ کی تجلی کے ظہور کا نظارہ کرو تو معلوم ہو کہ خسران مبین میں آپ مبتلا ہیں نہ یہ عاجز فقیر

خاکسار سراج الحق نعمانی عفی عنہ
یکم جنوری ۱۹۰۴ء

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

نہیں مفتری کہیں گے۔ مگر پھر ان پر سوال ہوتا ہے کہ عجیب خدا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز سے ہر ایک مفتری کا موقعہ دیے چلا جاتا ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی وقوع میں آتا ہے اگر مفتریوں کے ساتھ خدا کے یہ سلوک ہیں اور اسطرح سے ان کی تائید اور نصرت کی جاتی ہے جیسے کہ ہماری۔ تو پھر کل انبیاء کو بھی انھیں مفتری قرار دینا پڑے گا۔ وہی علامات اور براہین جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ کی صداقت کے نشان اور دلیل تھے وہی اب بھی موجود ہیں۔ جسے خدا تعالےٰ منتخب کرے اگر وہ اسکی تعریف نہ کرے تو کیا گندا ایسے امر سے خدا پر حرف آتا ہے کہ اس کا انتخاب گندا ٹھیرتا ہے۔

اگر دنیا کے مجازی حکام اعلیٰ کو بھی دیکھو تو وہ بھی حتی الوسع کمشنری۔ لفٹنٹی۔ ڈپٹی کمشنری وغیرہ کے عہدوں کے لیے انھیں کو انتخاب کرتے ہیں جو کہ ان کی نظر میں لائق ہوتے ہیں اگر وہ حکام اعلیٰ کی نظر میں نالائق اور رذیل کی بجائے آدمی کے ناقابل ہوں تو انتخاب نہیں کیے جاتے۔ پس اسی طرح ماموریں وغیرہ خدا تعالےٰ کی نظروں میں نالائق اور گندے اور اشقیا ہوں تو پھر لوگوں کو مزکی بنانے کی خدمت ان سے کیسے لی جاوے۔

یہ ایک نکتہ ہے کہ ان کا جو اعتراض ہوتا ہے وہ صرف میری ذات پر نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے کہ آدم سے لے کر جس قدر نبی اسوقت تک گذرے ہیں سب اس میں شامل ہوتے ہیں بھلا دہ ایسے اعتراض کر کے تو دکھلاویں جو سابقہ انبیاء میں سے کسی پر نہ ہوا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ایمان کے لوازم تمام اسوقت مفقود ہو گئے تھے۔ دل حلاوت ایمان سے خالی ہیں دنیا کی زیب و زینت کے خیال نے دلوں پر تصرف کر لیا ہے ایک گہرے بحر ظلمات میں لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ اسوقت بڑی ضرورت اور احتیاج اس امر کی ہے کہ وہ تقویٰ جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور کتاب اللہ نازل ہوئی حاصل ہو ایک مردہ ایمان لوگوں کے پاس ہے اسلیے اس ایمان کی کوئی نشانی بھی ہاتھ میں نہیں ہے اور اسی باعث سے یہ وبال ان لوگوں پر ہے پھر کہتے ہیں کہ کیا ہم نماز ادا نہیں کرتے روزہ نہیں رکھتے کلمہ نہیں پڑھتے ان کم بختوں کو اتنی خبر نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تو یہودی بھی تو عبادتیں کرتے تھے پھر وہ کیوں مغضوب ہو گئے۔

ان کی بد قسمتی اور شقاوت ہے کہ بھلا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے دین کیا ہے کب کہا جاتا ہے کہ فلاں متقی ہے۔ فلاں مومن ہے۔ صرف چھلکے اور پوست پر قناعت کی اور مغز کو ہاتھ سے کھو دیا ہے جو کہ دین کا اصل مغز ہے۔ اب خدا چاہتا ہے کہ وہ روح

وہ مایہ پیدا کرے اگر ان لوگوں میں تقویٰ اور معرفت ہو تو یہ اعتراض کر کے موذی نہ ہوں۔

سواد اعظم کیا شے ہے

ایک یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سواد اعظم حیات مسیح کا قائل ہے اگر سواد اعظم کے یہ معنی ہیں کہ ایک گروہ کثیر ایک طرف ہو تو اسکی بات سچی ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہود و عیسائی قوم کا بھی سواد اعظم تھا وہ اہل کتاب ہی تھے۔ بڑے بڑے عالم فاضل عابد ان میں موجود تھے ان کے معیار پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انکی شہادت معتبر مان لینی چاہیے اصل سواد اعظم وہ لوگ ہیں جو حقیقی طور پر اللہ کو مانتے ہیں اور علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ پر ان کا ایمان ہے اور ان کی شہادت معتبر ہوتی ہے بھلا سوچکر دیکھو کہ جس راہ میں بچھو۔ سانپ اور درندے وغیرہ ہوں۔ کیا دس ہزار انسان اس کی نسبت کہیں کہ یہ راہ اختیار کرو تو کوئی انکی بات مانے گا۔ اور جو ان کے پیچھے چلیں گے وہ سب مرینگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں علی وجہ البصیرت بلاتا ہوں اگرچہ آپ ایک فرد واحد تھے لیکن آپ کے مقابل ہزار ہا منکرین کی بات قابل اعتبار نہ تھی جو آپ کی مخالفت کرتے تھے اب اس وقت ایک سواد اعظم نہیں ہے بلکہ کئی سواد اعظم ہیں۔ افیونیوں۔ بھنگیوں چرسیوں۔ شرابیوں وغیرہ کا بھی ایک سواد اعظم ہے۔ مخلوق پرستوں کا بھی ایک سواد اعظم ہے تو کیا ان لوگوں کے اقوال کو سند پکڑا جاوے۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قلیل من عبادی الشکور کہ شاکر اور سمجھدار بندے ہمیشہ کم ہوتے ہیں جو کہ حقیقی طور پر قرآن پر چلنے والے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انکو اپنی محبت اور تقویٰ عطا کیا ہے

وہ خواہ قلیل ہوں مگر اصل میں وہی سواد اعظم ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اُمّۃ کہا ہے حالانکہ وہ ایک فرد واحد تھے مگر سواد اعظم کے حکم میں تھے۔
یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جو لوگ شرارتوں مفسدیوں اور حیلہ بازیوں میں رہتے ہیں ان کا علم ایک بالشت بھی آسمان پر جا سکے اور وہ ان نیک بندوں کے برابر ہوں جنکی عظمت خدا کی نظر میں ہے۔ عبد اللطیف کی ہی ایک نظیر دیکھلو کہ بار بار موقعہ ملا کہ جان بچاوے مگر اُس نے یہی کہا کہ میں نے حق کو پا لیا اس کے آگے جان کیا شے ہے سوچکر دیکھو کیا جھوٹھ کے واسطے دیدہ و دانستہ کوئی جان جیسی عزیز شے دے سکتا ہے

ایک بدنصیبی ان لوگوں کی یہ ہے کہ آکر صحبت حاصل نہیں کرتے اور دور دور رہتے ہیں ان کے اسلام کی مثال ایک تصویر کی مثال ہے کہ اس میں نہ ہڈی نہ گوشت نہ پوست نہ خون نہ روح اور پھر اُسے انسان کہا جاتا ہے۔ اپنی کثرت پر ناز کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کی عزت نہیں کرتے حالانکہ اس کثرت پر آنحضرت نے لعنت کی ہے۔ آپ نے دو گروہ کا ذکر کیا ہے ایک اپنا اور ایک مسیح موعود کا اور درمیانی زمانہ کو جس میں انکی تعداد کروڑوں تک پہونچی اور کثرت ہوئی فیج اعوج کہا ہے۔ پھر اصل میں یہ کثرت بھی نہیں ہے خود ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے ہر ایک کا الگ الگ مذہب ہے ایک دوسرے کی تکفیر کر رہا ہے جب یہ حال ہے تو خدا کی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہ آوے گا۔ خود انھیں میں سے ہیں جو مانتے چلے آئے ہیں کہ مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا حدیثوں میں اماماکم منکم موجود ہے سورہ نور میں منکم ہے۔

معراج میں آپ نے اسرائیلی مسیح کا حلیہ اور دکھایا اور آنے والے اپنے مسیح کا اور حلیہ بتلایا۔ پھر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر سب انبیاء فوت ہو چکے ہیں ان تمام ثبوتوں کے بعد اور ان کو کیا چاہیے

۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء

سیر

ان من قریۃ الا نحن مہلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا۔ یہ اسی زمانہ کے لیے ہے کیونکہ اس میں ہلاکت اور عذاب مختلف پیرایوں میں ہے۔ کہیں طوفان سے کہیں زلزلوں سے کہیں آگ کے لگنے سے اگرچہ اس سے پیشتر بھی یہ سب باتیں دنیا میں ہوتی رہی ہیں مگر آجکل ان کی کثرت خارق عادت کے طور پر ہو رہی ہے جسکی وجہ سے یہ ایک نشان ہے اس آیت میں طاعون کا نام نہیں ہے صرف ہلاکت کا ذکر ہے خواہ کسی قسم کی ہو۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس قوت اور پوری توجہ سے لوگوں نے دنیا اور اسکے ناجائز وسائل کو مقدم رکھا ہوا ہے اور عظمت الٰہی کو دلوں سے اٹھا دیا ہے اب صرف وعظوں کا کام نہیں ہے کہ اسکا علاج کر سکیں عذاب الٰہی کی ضرورت ہے۔

بابو شاہدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور عذاب سے بھی لوگ عبرت نہیں پکڑتے کہتے ہیں کہ ہمیشہ بیماریاں وغیرہ ہوا ہی کرتی ہیں فرمایا قرآن شریف میں طوفان نوح کا ذکر ہے بجلی کا ذکر ہے اور یہ سب حادثات دنیا میں ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں کیا ان کے نزدیک یہ عذاب الٰہی نہ تھے جنکا ذکر خدا تعالیٰ نے کیا ہے

اور ان سب کا ہمیشہ دنیا میں وجود رہتا ہے مگر جب کثرت ہو اور ہولناک صورت سے ظاہر ہوں اور ایک دنیا میں تہلکہ پڑ جاوے تب یہ نشان ہیں وحی بھی اسی طرح ہمیشہ سے ہے ہمیشہ لوگوں کو سچی خوابیں آتے ہیں تو پھر انبیاء کی خصوصیت کیا ہوئی خصوصیت ہمیشہ کثرت اور درجہ کمال سے ہوتی ہے۔ اب اسوقت جو ہلاکت مختلف طور سے ہو رہی ہے اسکی نظیر یہ دکھلا دیں۔

گذشتہ دنوں میں عالیجناب احسان علیخان صاحب برادر نواب محمد علیخان صاحب مالیر کوٹلہ سے تشریف لائے تھے انھوں نے حضرت اقدس سے نیاز بھی حاصل کی تھی اور آپ نے ایک جامع تقریر بھی اُسوقت فرمائی تھی جس سے اُن کے اکثر شبہات و شکوک کا قلع و قمع ہو اتفاقاً یہ ذکر ہوتا رہا۔ کسی کی طرف سے یہ اعتراض بھی پیش ہوا کہ اُن کے ایک مصاحب نے یہ کہا ہے کہ ابھی مہدی و مسیح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔

اسپر آپ نے فرمایا کہ عام طور پر دلوں میں دہریت گھر کر گئی ہے لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں صلیبی فتنہ بڑھ رہا ہے اگر اب بھی ضرورت نہیں تو کیا یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا نام و نشان نہ رہے اسکی تو وہی مثال ہے کہ ایک میت موجود ہو اُس میں روح کا نام و نشان نہ ہو اور صرف اُس کے آنکھ کان ناک وغیرہ اعضا دیکھکر کہا جاوے کہ میت نہیں ہے اگر نہیں ہے تو اسے چار دن رکھکر دیکھو جب سڑے گا اور بدبو پھیلے گی تو خود پتہ لگ جاوے گا کہ روح کا نام و نشان نہیں صرف پوست ہی پوست ہے ابھی کہتے ہیں کہ ضرورت نہیں۔

اہل تشیعہ کو جو محبت حضرت امام حسین سے ہے اور آپ کے اور آپ کے واقعہ شہادت کو سنکر جسطرح ان کے جگر پارہ پارہ ہوتے ہیں اس میں سے تکلف اور تصنع کو دور کر کے باقی ان لوگوں کے حق میں جو دلی خلوص سے امام صاحب سے محبت رکھتے ہیں اور انکی شان میں ہر ایک قسم کے غلو کو معیوب قرار دیتے ہیں لہٰذا کہ اس سے ہم منع نہیں کرتے کہ کوئی کسی بزرگ کی محبت یا جدائی میں آنسوؤں سے روئے

فرمایا

کہ ہدایت کے تین طریق ہیں۔ بعض لوگ تو کلمات طیبات سنکر ہدایت پاتے ہیں۔ بعض تہدید کے محتاج ہوتے ہیں۔ بعض کو آسمانی نشان اور تائید نظر آجاتی ہے کیونکہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ اب اسوقت جو خدا دکھلا رہا ہے وہ چشم دید ہے دوسرے لفظوں میں۔

یکم فروری ۱۹۰۴ء

سیر

اتمام حجت کی تکمیل

فرمایا کہ قویٰ خواہ کتنے ہی قوی ہوں اور عمر کس قدر ہی امائل میں کیوں نہ ہو مگر تاہم عمر کا اعتبار نہیں ہے نہیں معلوم کہ کس وقت موت آجاوے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ اگر چہ اپنے فرض کا ایک حصہ بذریعہ تحریروں کے ہم نے پورا کر دیا ہے مگر تاہم ایک بڑا ضروری حصہ باقی ہے کہ عوام الناس کے کانوں تک ایکدفعہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہونچا دیا جاوے کیونکہ عوام الناس میں ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا جو تعصب اور تکبر وغیرہ سے خالی ہوتے ہیں اور محض مولویوں کے کہنے سننے سے وہ حق سے محروم رہتے ہیں جو کچھ یہ مولوی کہدیتے ہیں اُسے آمنّا و صدقنا کہکر مان لیتے ہیں۔ ہماری طرف کی باتوں اور ہمارے دعووں اور دلیلوں سے محض ناآشنا ہوتے ہیں اس لیے ارادہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جاکر بذریعہ تقریر لوگوں پر اتمام حجت کی جاوے اور انکو بتلایا جاوے کہ ہمارے مامور ہونے کی غرض کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں

خدا تعالیٰ کی بے نیازی پر ایمان

فرمایا کہ عمر کی نسبت اگر چہ مجھے الہام بھی ہوا ہے اور خواب بھی آئے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر نظر پڑتی ہے تو مجھے اپنی عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے پھر مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ انکو کوئی عمر کا وعدہ بھی نہیں ملا ہوا مگر پھر بھی وہ ایسے عمل کرتے ہیں جیسے کہ موت مطلق آنی ہی نہیں ✦ سعادت یہ ہے کہ وقت کو قریب جانے تو سب کام خود بخود درست ہو جاویں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے جہت سے آثار بتلائے مگر تاہم ذرا سخت ہوا بھی چلتی یا بارش ہوتی تو آپ گھبرا جاتے اور خیال کرتے کہ کیا قیامت تو نہیں آگئی۔ اُس وقت آپ کی نظر خدا تعالیٰ کی بے نیازی پر ہوتی تھی جنگ بدر میں فتح کا وعدہ تھا مگر تاہم رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ فتح کا وعدہ تو ہے مگر شاید کوئی شرط ہو جو ابھی پنہاں ہو جس کا مجھے علم نہیں ہے تو پھر فتح نہ ہو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا وعدے تھے مگر آخر قوم کی قوم جنگلوں رہ میں مر کھپ گئی ہوگی وجہ یہ تھی کہ الٰہی وعدے جن شرائط کے ساتھ مشروط تھے ان کے برعکس قوم نے کاروائی کی۔ جماعت کی شامت اعمال کا اثر امام پر پڑتا ہے۔ جنگ احد میں ایک طائفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا نہ مانا تو آپ کو کسقدر تکلیف ہوئی شہید تو بہت ہوئے آپ کو گرد و غبار سے خود اسقدر سر میں دھنس گئی کہ صحابہ نے زور لگا کر اسے نکالا تو وہ رہ گئی۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے آگے کس کی پیش جا سکتی ہے۔

مرحوم رحمت علی شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ذکر پر فرمایا کہ یہ اس کی پاکیزہ فطرت کی نشانی ہے کہ افریقہ میں غائبانہ طور پر ہمیں قبول کیا اور اس چھوٹی سی عمر میں ترقی اخلاص میں بھی کی۔ اس سال میں اور بھی ہمارے مخلص فوت ہوئے ہیں۔

شہد

شہد کے تذکرہ پر آپ نے فرمایا کہ دوسری تمام شیرینیوں کو تو اطباء نے عفونت پیدا کرنیوالی لکھا ہے مگر یہ ان میں سے نہیں ہے آم وغیرہ اور دیگر پھل اس میں رکھکر تجربے کیے گئے ہیں کہ وہ بالکل خراب نہیں ہوتے سالہا سال ویسے ہی پڑے رہتے ہیں۔

فرمایا کہ ایکدفعہ ہم نے انڈے پر تجربہ کیا تو تعجب ہوا کہ اسکی زردی تو ویسی کی ویسی ہی مگر سفیدی انجماد پا کر مثل پتھر کے سخت ہو گئی جیسے پتھر نہیں ٹوٹتا وہ بھی نہیں ٹوٹتی تھی۔

خدا تعالیٰ نے اسے شفاء للناس کہا ہے واقعی عجیب اور مفید شے ہے تو کہا گیا ہے یہی تعریف قرآن شریف کی فرمائی ہے ریاضت کش اور مجاہدہ کرنے والے لوگ اکثر اسے استعمال کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مجھ بوا وغیرہ کو محفوظ رکھتا ہے

اس میں الناس کے اوپر لگا یا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اسکے اپنے یعنی خدا تعالیٰ کے ناس (بندے) ہیں اور اُسکے قرب کے لیے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں اُن کے لیے شفا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ تو ہمیشہ خواص کو پسند کرتا ہے عوام سے اُسے کیا کام۔

تناسخ کی اصل

فرمایا کوئی عمدہ آدمی فوت ہو تو صدمہ ضرور ہوتا ہے لیکن دنیا ایسی جگہ ہے کہ وہیں پھر ویسے امثال پیدا ہو جاتے ہیں نیکوں کے بھی بدوں کے بھی۔ اسی لیے بعض نے دنیا کو دَوری لکھا ہے کہ جن صفات کے لوگ اس کے ایک دور میں گذر جاتے ہیں پھر اُسی قسم کے لوگ وہی سیرتیں اور صورتیں لیکر دوسرے دَور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت نے عرض کیا کہ حضور یہیں سے ٹھوکر کھا کر لوگ تناسخ کے قائل ہو گئے ہیں

۵-۶ فروری ۱۹۰۴ء

مداہنہ

مداہنہ کے ذکر پر فرمایا دوسری قوم کے رعب میں آکر اور اُن کی ہاں میں ہاں ملانے سے آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ اب آخری ایام میں تثلیث کے ماننے والوں کو بھی نجات یافتہ قرار دیا گیا۔ مداہنہ کی انتہا یہی ہوا کرتی ہے کہ آخر اسی قوم کا انسان کو بننا پڑتا ہے قرآن شریف میں اسی لیے ہے لن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتھم دوسرے کو راضی کرنے کے لیے انسان کو اس کے مذہب کو بھی اچھا کہنا پڑتا ہے اسی لیے ماہنے مومن کو پرہیز کرنا چاہیے

فرمایا کہ مجھے بھی یہ الہام ہوا ہے جو کہ براہین میں درج ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اسوقت ان لوگوں (یعنی مخالفوں) میں سے شاذ و نادر ہی ہوگا جو ہم سے راضی ہو اور ہمارے ساتھ اخلاق سے پیش آنا چاہتا ہو ہاں اگر شخصی طور پر کسی کی ذات میں اخلاق ہو تو وہ شاید ہم سے اخلاق سے پیش آجاوے ورنہ قومی طور پر ہم سے ہرگز اخلاق سے پیش آنا نہیں چاہتے۔

اجتہادی غلطی

کسی صاحب نے لدھیانہ سے حضرت صاحب کو مخالفین کا یہ اعتراض لکھا کہ شانان تذبحان کا الہام جو اب شہزادہ عبد اللطیف شہید کے بارہ میں لکھا گیا ہے وہ قبل ازیں کسی تصنیف میں مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد پر چسپاں ہو چکا ہے اس پر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا کہ اگر ہم سے اجتہادی غلطی ہو جاوے تو حرج کیا ہے۔ اجتہاد اور شے ہے اور تفہیم الٰہی اور شے۔ اگر ہم نے ایک معنی اپنی رائے اور فکر سے کر دیے تو آخر اپنے وقت پر خدا تعالیٰ نے اصل اور حقیقی معنے بتلا دیے۔ اس الہام میں یہ لفظ بھی لکھے ہیں عسیٰ ان تحبوا شیئا و ھو شرلکم۔ اب دیکھنا چاہیے کہ کیا احمد بیگ جیسے منکرین کی زندگی ہماری محبوبات سے تھی یا مکروہات سے۔

اگر ہماری کوئی غلطی ہو تو اس میں تنقیح طلب یہ امر ہے کہ آیا ایسی غلطیاں انبیاء سے ہوتی رہی ہیں کہ نہیں۔ جیسے کہ خواب میں ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انگور کا خوشہ دیا تو آپ نے اسکے یہ معنے کیے کہ ابو جہل کسی وقت مسلمان ہو جاوے گا لیکن وہ تو مسلمان نہ ہوا آخر عکرمہ اسکا بیٹا جب مسلمان ہوا تو خواب کے معنے پورے طور پر سمجھ میں آئے

ایک مفتری کی زندگی حباب کی طرح ہوتی ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں سچائی کی خوشبو ہے کہ دنیا دیکھ رہی ہے (یہ کا تفرنس جو مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں) دیکھا رہی ہیں لیکن ہماری صداقت خود بخود لوگوں کے دلوں میں پڑتی جاتی ہے لوگوں نے بہتیرا واویلا کیا اور روکتے رہے اور اب بھی کرتے اور روکتے ہیں لیکن پھر بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

اب اس ایک نظر سے غور سے دیکھو تو ہمارا سلسلہ دن بدن ترقی کر رہا ہے اور یہی نشانی ہے اہانت کی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اگر یہ نہ ہوتا تو ہمارے مخالف آجتک کب کو کامیاب ہو جاتے۔ ہم یہاں چپ چاپ بیٹھے ہیں کسی تدبیر اور طاقت سے کام نہیں لیتے کہ اثر انداز ہو نہ دورے لگا رہے ہیں نہ کچھ مگر تاہم ایک حرکت شروع ہے۔ روز جو ڈاک آتی ہے شاذ و نادر ہی کوئی ایسا دن ہو تو ہو ورنہ ہر روز بلا ناغہ بیعت کے خطوط آتے ہیں اور کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا کہ جس میں کوئی نہ کوئی بیعت کے لیے تیاری نہ کرتا ہو۔

تین قسم کے لوگ

فرمایا کہ اسوقت تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو بغض و حسد میں جلے ہوئے ہیں اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں انکی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔

دوسرے وہ جو اسطرف رجوع کرتے ہیں انکی تعداد ترقی پر ہے

تیسرے وہ جو خاموش ہیں نہ ادھر ہیں نہ اُدھر انکی تعداد کثیر ہے وہ ملانوں کے زیر اثر نہیں ہیں ورنہ ان کے ساتھ ملکر سب و شتم کرتے لیکن اس لیے وہ ہماری مدد پر ہیں

فرقہ معاندین نعمت ہے

یہ فرقہ جو معاندین کا ہے اگر نہ ہوتا تو چپ رہنے والے اہل میں کوئی شے نہیں ہیں انھیں کی وجہ سے تحریک ہوتی ہے وہ شور ڈالتے ہیں اور ان لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہیں انکی باتوں میں چونکہ آسمانی تائید نہیں ہوتی اس لیے تناقض ہوتا ہے خدا تعالیٰ کچھ فرماتا ہے اور یہ کچھ کہتے ہیں۔ قال کچھ ہے حال کچھ ہے آخر شور شرابا سنکر بعض کو تحریک ہوتی ہے کہ دیکھیں تو سہی ہے کیا پھر جب وہ تحقیق کرتے ہیں تو حق ہماری طرف ہوتا ہے آخر ان کو ماننا پڑتا ہے۔

معاندین ہم پر کیا کیا الزام لگاتے ہیں کہیں کہتے ہیں کہ یہ پیغمبروں کو گالیاں دیتے ہیں کہیں کہتے ہیں کہ نماز روزہ وغیرہ ادا نہیں کرتے آخر تنقید پسند طبائع ان باتوں سے فائدہ اُٹھا کر ہماری طرف رجوع کرتے ہیں اس جماعت معاندین کے ہونے سے ہمارا برسوں کا کام دنوں میں ہو رہا ہے لوگ آگے ہی منتظر ہیں۔ وقت خود شہادت دے رہا ہے اور انکی آنکھیں اسطرف لگی ہوئی ہیں کہ آنے والا آوے۔ جب یہ معاندین ایک مفتری کے رنگ میں ہمیں پیش کرتے ہیں تو تحقیق کرنے کرنے خود حق کو پا لیتے ہیں۔

افغانستان اور مسیح موعودؑ

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے افغانستان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے زیر اثر کر دیا ہے اور آپکی شہادت سے ہمارے تعلقات افغانستان سے بہت کچھ وابستہ ہو گئے ہیں اس لیے وہاں کی آمدہ خبروں سے ہمیں اور ہمارے احباب کو ایک خاص دلچسپی ہونی چاہیے کہ ایک سرزمین جسکی خمیر میں خونریزی کا بیج بویا گیا ہے اور جان کو ہتھیلی پر رکھکر چلنا پھرنا اس کے باشندوں کا کام ہے اور جنہوں نے اپنی نجات کا مدار صرف دیات کو سمجھ رکھا ہے کہ ایک کافر کو تیغ بیدریغ سے ناحق قتل کر دیا جاوے جب ایسی سرزمین حضرت موعود کے زیر اثر ہو کر ان تمام ظالمانہ خونریزی کے خیال سے پاک و صاف ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق پر اسکی شفقت اور رحم بڑھ جاوے اور بلا امتیاز مذہب بنی نوع انسان پر ہمدردی کی روح ان میں پھونکی جاوے تو یہ تغیر و تبدل بجملہ عظیم الشان معجزات کے ہوگا اور سمجھا جاوے گا کہ کھوکھا روپیہ صرف کر کے مدرسے اور کالج وہاں قائم ہوں اور ہزاروں حیلوں سے رفتہ رفتہ ان اقوام سے اسلحہ لیے جاویں اور انکی قوتوں کو کمزور کیا جاوے۔ حضرت مسیح موعود کے پاک انفاس کی برکت اور تاثیر سے یہ مطلب شفقت علی خلق اللہ کا حاصل ہو جاوے تو امن پسند حکام اور سلاطین کے لیے یہ کسقدر شکریہ کا مقام ہو سکتا ہے۔ صاحبزادہ عبداللطیف تو شہید ہو کر خون کا اشتہار اس سرزمین میں دے گئے۔ اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر مہر لگا گئے اور آپ کے دعاوی اور تعلیم کی تخم ریزی کر گئے لیکن اب یہ خونی اشتہار دیکھنا ہے کہ کن کن رنگوں میں جلوہ دکھلاتا ہے۔ یہ ایک عجیب نظارۂ قدرت ہے جو کہ ایمان کو تازگی اور دلکو سرور بخشتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ علاقہ ترکستان میں ایک مزار ہے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار کہلاتا ہے وہاں سے ایک مجذوب کابل میں آیا اور اسنے مختلف مقامات پر کھڑے ہو کر آواز بلند کہا ہے کہ سید عبداللطیف بڑے ظلم کے ساتھ مارے گئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں لیکن یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اُس کا پیر کابل میں موجود ہے اور قریب ہے کہ کابل اپنے کیے کی سزا پاوے خواص الناس کا چونکہ ایسے مجذوبوں پر حسن اعتقاد ہوتا ہے اسلیے کابل میں بہت کھلبلی مچی ہوئی

-۹-

ایسے مجذوب جو کہ مامورین میں سے نہیں ہوتے اگرچہ انکی کلام بحیثیت ایک مجذوبانہ پیشگوئی کے نہیں تسلیم کی جا سکتی مگر چونکہ اتقیا و دنیا گیر وہ اہل اللہ اور مامورین سے مناسبت رکھتے ہیں اس وجہ سے بعض غیبی اخبار انپر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس مجذوب کی اس پیشگوئی پر چنداں یقین نہیں کرتے لیکن ہاں خدا کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو کچھ نکل چکا ہے کہ یہ ایک عظیم ظلم ہوا ہے جسکی سزا کابل بھگتے گا ضرور پورا ہو کر رہے گا اور عبداللطیف صاحب شہید کا وہاں شہید ہونا اور احمدی عقائد کا وہاں رواج پانا خود حضرت مسیح موعود کا وہاں جانا ہے۔

(صاحبزادہ محمد سعید صاحب)

شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ کا نام محمد سعید ہے عمر آپ کی ۲۵-یا ۲۶ سال کے درمیان ہے مگر قد و قامت کے لحاظ سے آپ ۳۰ سالہ نوجوان معلوم ہوتے ہیں اور اپنے باپ کے قدم بقدم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب آپکے والد عبداللطیف صاحب شہید کیے گئے اور انکو کابل میں طلب کیا گیا تو بعض کمزور دل لوگوں نے مشورہ دیا کہ اپنے والد کیطرح اپنے آپکو مرزا صاحب پر راسخ الاعتقاد ظاہر کر کے عزیز جان کو ضائع کرو۔ اسپر صاحبزادہ محمد سعید صاحب نے انکو جواب دیا تھا کہ جو کچھ انکا عقیدہ تھا وہی میرا عقیدہ ہے اگر وہ مارے گئے اور میں مارا جاؤں تو کیا حرج ہے آخر میں اُسی باپ کا فرزند ہوں۔

سنا گیا ہے کہ امیر صاحب کابل بھی اب اپنے کیے پر پشیمان ہیں اور انکی اولاد کو اب امیر صاحب نے تیس ہزار جریب زمین علاقہ ترکستان کی طرف عطا کی ہے کابل کی جریب یہاں کی جریب سے طول میں سہ گونہ ہوتی ہے اور جن قاضیوں نے مولوی صاحب شہید کے قتل پر فتویٰ دیا تھا کچھ انکی نا جائز کارروائیوں کا انکشاف بھی ہوا ہے جس سے ان قاضیوں کی وقعت امیر صاحب کے دل سے کم ہو گئی ہو

کابل میں قحط سے پریشانی پھیل رہی ہے اور امیر صاحب نے باہر سے غلہ منگوانے کو کوچی لوگوں سے ۱۶ ہزار اونٹ حاصل کیے ہیں اور انکے لیے ساٹھ ہزار جانفروز بار برداری سرکاری ہیں چالو خدا کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں اور ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ آسمان و زمین نے سرزمین کابل میں مہر لگائی ہے جیسے سراج الشہادتین میں فاضل مرحوم نے بیان کیا ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس قوم پر عذاب آئی صرور ہوگا جیسا کہ لکھا ہے وما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء وما کنا منزلین ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم خامدون یہ قحط منجملہ اسی عذاب کے ہو کاش اہل کابل عبرت پکڑیں۔

شہید مرحوم کے بفضلہ ۵ فرزند اور ۵ دختر ہیں۔

دارالامان کا ہفتہ

اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بدستور کسی قدر ناساز رہتی ہے دوران سر تو آپ کو قدرتی طور پر بطور پیشگوئی شامل حال رہتے ہیں جنکا کبھی کبھی دورہ ہوتا ہے یعنی دوران سر وغیرہ۔ اور گذشتہ تین ہفتہ سے زیادہ عرصہ تک جارحانہ کھانسی بیمار رہنے کی وجہ سے ضعف ہو گیا ہے ہاں یہ جناب کی حامی سنت ہے کہ جب ذرا بھی افاقہ ہو تو مسجد میں تشریف لاتے اور نماز با جماعت ادا کرتے ہیں ہو باقی ممبران خاندان خدا کے فضل سے بخیریت ہیں

۲۔ بزرگان ملت بھی بفضلہ بخیریت ہیں

۳۔ موسم کا رنگ تبدیل ہو چلا ہے مگر گلابی جاڑوں کے رنگ میں سردی بدل گئی ہے۔

ہمارے مقدمات

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کے حضور جو درخواست بغرض انتقال مقدمہ قانوناً دی گئی تھی اور جسکی پیشی ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء مقرر تھی ۱۰ فروری کو بمقام علی وال پیش ہوئی۔ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے درخواست مذکورہ کو نا منظور فرمایا۔ اور مقدمہ بدستور لالہ چندولال صاحب کی عدالت میں بھیجا گیا۔ درخواست انتقال ان امور کی بنا پر تھی جو عدالت کی بعض کارروائیوں سے ہمکو بحیثیت مستغیث انصاف کی راہ میں رکاوٹ نظر آتی تھی۔ بہرحال صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اپنا یہی فیصلہ دیا۔ جس کے متعلق عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ دیگئی ہے جسکے لیے ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء مقرر ہے

مقدمہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی عدالت سے واپس لالہ چندولال کی عدالت میں جا کر ۱۶ فروری کو پیش ہوا۔ اعلیحضرت کی طبیعت عرصہ سے ناساز ہو گئی اور آپ سول سرجن صاحب بہادر گورداسپور کے ہی سرٹیفکٹ کیوجہ سے اُسروز واپس چلے آئے۔ ۱۶ فروری کو ۱۱ بجکر ۲۰ منٹ گذرے مقدمہ عدالت میں پیش ہوا عدالت میں جانے سے پہلے گورداسپور کا ایک حصہ ہماری خطرناک مخالفت کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ اور مقدمات کے متعلق عجیب عجیب افواہیں اُڑائی جا رہی تھیں مجسٹریٹ صاحب نے جس اسلوب اور طریق پر آج کی کارروائی کی وہ کسی دوسرے وقت پر مفصل ہدیہ ناظرین ہوگی بہت سی رد و کد کے بعد مجسٹریٹ نے ایک ہفتہ کی مزید مہلت چیف کورٹ سے حکم لانے کیواسطے دی۔ اور ۲۳ فروری ۱۹۰۴ء مقرر کی

حصول نقول کے متعلق ہمکو جسقدر گورداسپور کے متعلق عدالتوں میں پریشانی اٹھانی پڑی وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔ بہرحال کسی کے کچھ اختیار میں نہیں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے خوری نصرت من عند اللہ کا ثبوت کسطرح پر نظر آ سکتا ہے جبکہ سب اسباب موافق ہوں۔

۱۴-۱۵- کی درمیانی شب میں اعلیحضرت علیہ السلام نے رویا میں دیکھا کہ دو پیازہ آیا ہے اور پھر مجھکو ایک کوٹھا پیازوں کا دکھایا گیا مگر اس کوٹھے کو کسی نے ایسی شان دی ہے کہ وہ اندر ہی اندر غرق ہو گیا اور ایک الہام ہوا

لعلی اٰتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدی

اعلیحضرت اُسی روز دارالامان آ پہنچے۔ ہم کو متعلقین مقدمہ اپنے وکلا کے ساتھ لاہور چلے گئے۔ اب ۲۲ فروری کو چیف کورٹ میں اور ۲۳ فروری کو گورداسپور میں مقدمہ کی بنا ہو دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے

جاپان اور روس کی جنگ

جاپان اور روس کی خطرناک جنگ شروع ہو گئی ہے ہم اس جنگ کو یاجوج ماجوج کی لڑائی قرار دیتے ہیں یہ ہماری ذاتی رائے ہو سکتی ہے جس سے کسی کو اختلاف ہو اور وہ اختلاف وجوہات قویہ پر مبنی ہو لیکن ہم اسکے وجوہات بھی کسیوقت عرض کرینگے۔ ہمارے ناظرین بھی عام لوگوں کی طرح روس اور جاپان کی جنگ کی خبریں سننے کے خواہشمند ہونگے اسلیے ہم انکی اشاعت سے آغاز جنگ سے لیکر اسوقت تک کی کل خبریں شائع کرینگے اور ساتھ ہی جاپان اور روس کی تاریخ بھی دینے کا ارادہ رکھتے ہیں امید ہے ہمارے ناظرین اسکو دلچسپی سے دیکھیں گے

چونکہ الحکم کی کسی پچھلی اشاعت میں لکھا تھا کہ الحکم کا فرض دوسرے لوگوں میں پیدا کرنے کے لیے اعلان ہے ناظرین کو بعض ضروری ملکی معاملات سے آگاہ کرنیکے لیے الحکم کا کچھ حصہ عام ملکی معاملات کے متعلق جدا کر دینا چاہتے ہیں اور اس تجویز پر مارچ کے ابتدائی پرچے سے ہم عملدرآمد کرینگے۔ الحکم پہلے ۴۰ کالموں پر شائع ہوتا تھا اور وہ کالم موجودہ کالموں کے بالمقابل ڈیڑھ کی نسبت رکھتے ہیں اسلیے ہم ۔ صفحے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق مضامین کے لیے جدا رکھیں گے اور باقی ۸ صفحے عام ملکی معاملات اور خبروں کے لیے۔ اسطرح ہم امید کرتے ہیں کہ الحکم کی خدمت کا سلسلہ بہت وسیع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ہفتہ زیر اشاعت میں توسیع اشاعت کے سلسلہ میں سعی کرنیوالے احباب کے نام نامی و اسمائے گرامی کے اندراج سے ہم قاصر ہیں اخبار کا بہت بڑا حصہ ہماری غیر حاضری میں مرتب ہوا ہے

صبح کی سیر

۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۴ء

آج ہمارے محترم مخدوم ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور سے تشریف لائے تھے حضرت اقدسؑ باہر تشریف لاتے ہی ڈاکٹر صاحب سے اپنی ناسازی طبیعت کا ذکر فرمایا اور اسی سلسلہ میں فرمایا

انسان کا اصل طبیب اللہ تعالیٰ ہی ہے جسنے اسکو بنایا ہے

ضعف دماغ

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری کمزوری کا سِرّ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کیا ہوا تھا کہ اسوقت جہاد کے خیالات کو دور کیا جاوے اور ہمکو اس سے الگ رکھنا تھا اس لیے اسنے عوارض اور کمزوری کو بھیجا۔ اور یہ بھی کہ ہمیں کسی کاروائی پر گھمنڈ نہ ہو بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل کے خواستگار رہیں۔

نزول کے لفظ میں بھی یہی سِر ہے گویا آسمان سے اُترا ہے یعنی سب کام خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اس میں انسانی دخل نہیں ہے اور جب انسانی ارادوں اور منصوبوں سے الگ ہوے تو وہ سب امور **خارق عادت** ٹھیرے * عام طور پر بھی کہا کرتے ہیں کہ خدا نے اتارا ہے * مگر تعجب کی بات ہے کہ ہمارے مخالفوں نے سب باتوں کو جسمانی بنا لیا ہے۔ ادھر یہ مان لیا ہے کہ وہ دو زرد چادریں پہنے ہوے اُتریگا معلوم نہیں ان بھگوے کپڑوں کے پہننے سے اس کی کیا غرض ہوگی * یہ چادریں شاید حضرت ادریس نے سیکر دی ہوں گی - پھر تعجب ہے کہ وہ کبھی میلی نہ ہوں گی اور نہ وہ کبھی انکو اتاریگے اور نہ وہ پھٹیں گی - یہ کیسی عجیب باتیں ہیں جنکو سنکر ہنسی آتی ہے - ادھر یہ لباس تجویز کیا اور خدمت یہ تجویز کی کہ وہ جنگلوں میں خنزیر مارتا پھرے -

پردہ

حضرت ام المؤمنین کی طبیعت کسی قدر ناساز رہا کرتی تھی آپ نے ڈاکٹر صاحب سے مشورۃً فرمایا کہ اگر وہ ذرا باغ میں چلی جایا کریں تو کچھ حرج تو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، اس پر اعلیحضرت نے فرمایا کہ دراصل میں تو اس لحاظ سے کہ معصیت نہ ہو کبھی کبھی ایسے آدمیوں کو اس لحاظ سے کہ شرعاً جائز ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں رعایت پردہ کے ساتھ باغ میں لیجایا کرتا تھا اور میں کسی ملامت کرنیوالے کی پروا نہیں کرتا حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ بہار کی ہوا کھاؤ۔ گھر کی چار دیواری کے اندر ہر وقت بند رہنے سے بعض اوقات کئی قسم کے امراض حملہ کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو لے جایا کرتے تھے۔ جنگلوں میں حضرت عائشہؓ ساتھ ہوتی تھیں۔

پردہ کے متعلق بڑی **افراط تفریط** ہوئی ہے یورپ والوں نے تفریط کی ہے اور اب ان کی تقلید سے بعض نیچری بھی اسی طرح چاہتے ہیں حالانکہ اس بے پردگی نے یورپ میں فسق و فجور کا دریا بہا دیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل بعض **مسلمان** افراط کرتے ہیں کہ کبھی عورت گھر سے باہر نکلتی ہی نہیں حالانکہ ریل پر سفر کرنیکی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ غرض ہم ان دونوں قسم کے لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو افراط اور تفریط کر رہے ہیں

---

۲۱ فروری سنہ ۱۹۰۴ء

حسب معمول حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سیر کے لیے تشریف لائے * سلسلہ کلام مقدمات کے متعلق شروع ہوا * اور چند منٹ کے بعد سلسلہ کلام کا رخ بدل گیا جسکو ہم اپنے الفاظ میں اسطرز پر مرتب کرکے لکھتے ہیں *

(ایڈیٹر)

آخری فتح دعا سے ہے

میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ اس قسم کا آگیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلایل مفید ہو سکتے ہیں۔ ورنہ دلایل کی پروا ہی نہیں کی جاتی اور علم کام نہیں دیتا ہم ایک کتاب یا رسالہ لکھتے ہیں مخالف اس کے جواب میں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ **دعا** سے آخری فتح ہوگی اور انبیاء علیہم السلام کا یہی طریق رہا ہے۔ کہ جب دلائل اور معجزے کام نہیں دیتے تو ان کا آخری **حربہ** دعا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا **واستفتحوا وخاب کل جبار عنید** یعنی جب ایسا وقت آجاتا ہے کہ انبیاء و رسل کی بات لوگ نہیں مانتے تو پھر دعا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مخالف متکبر و سرکش آخر نامراد اور ناکام ہو جاتے ہیں ایسا ہی **مسیح موعود** (علیہ الصلوۃ والسلام) کے متعلق جو یہ آیا ہے **وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا** اس سے بھی مسیح موعود کی دعاؤں کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نزول از آسمان کے یہی معنے ہیں کہ جب کوئی امر آسمان سے پیدا ہوتا ہے تو کوئی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسے رد نہیں کر سکتا آخری زمانہ میں شیطان کی ذریت بہت جمع ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ شیطان کا آخری جنگ ہے مگر مسیح موعود کی دعا انمیں اسکو ہلاک کر دیگی *

نوحؑ کے زمانے سے مناسبت

اسی طرح نوح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا جب حضرت نوحؑ تبلیغ کرتے کرتے تھک گئے تو آخر انہوں نے دعا کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طوفان آیا جسنے شریروں کو ہلاک کر دیا اور اسطرح پر فیصلہ ہو گیا۔ آخر ان کی کشتی ایک پہاڑ پر جا ٹھیری جسکو اب ارارات کہتے ہیں ارارات کی اصل یہ ہے **ارٰی اراۃ** یعنی میں پہاڑ کی چوٹی کو دیکھتا ہوں۔ انہوں نے ایک پہاڑ کا سرا دیکھکر کہا تھا اور اب اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اور بگڑ کر ارارات بنگیا

یہ زمانہ بھی نوح علیہ السلام کے زمانہ سے مشابہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا ہے اور وہی الہام جو کشتی کا نوح کو ہوا تھا یہاں بھی ہوا ہے۔

اسی طرح اب خدا تعالیٰ نے فیصلہ کرنا چاہا ہے اور حقیقت میں اگر ایسا نہ ہوتا تو ساری دنیا دہریہ ہو جاتی۔ **اقبال** اور کثرت نے دنیا کو اندھا کر دیا ہے

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ

جو کہا گیا ہے بالکل سچ ہے انسان جب سلطنت اور حکومت کو دیکھتا ہے تو اس کے خوش کرنے کے لیے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے واسطے وہی رنگ اختیار کرنے لگتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اسوقت عیسائیوں کی کثرت انکی قومی ثروت اور اقبال نے لوگوں کو خیرہ کر دیا ہے اور ان وجوہات سے بہت سے لوگوں کو ادھر توجہ ہو گئی ہے -

مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس مذہب کا خاتمہ ہو جاوے اور اسکے لیے **دعا** کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ عیسائی خود بھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ ان کے مذہب کو ہلاک کر دے گا۔

دلرا بدل رہیست

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ پادری جسقدر ہماری جماعت کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے دشمنی کرتے ہیں وہ دوسرے مسلمانوں کو اسقدر برا نہیں سمجھتے۔ جہاں کہیں ہمارا ذکر ہو گالیاں دیتے ہیں - اصل بات یہ ہے کہ ان کی فطرت خود تسلیم کرتی ہے کہ یہ سلسلہ انکو ہلاک کر دینے والا ہے۔ جیسے بلی کا منہ جب چوہا دیکھتا ہے حالانکہ اسنے پہلے کبھی اس پر حملہ نہ بھی کیا ہو فوراً ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ میری دشمن ہے - بکری نے کبھی شیر کو دیکھا بھی نہ ہو لیکن جونہی اسے نظر آجاوے وہ گھبرا کر کھانا پینا چھوڑ دے گی۔ اسی طرح عیسائی ہمارے سلسلہ کے کسی آدمی کو دیکھکر ہی اس سے بیزار ہو جاتے ہیں - وہ جانتے ہیں کہ ان سے کوئی امید انکو نہیں ہے - انکی فطرت ہی انکو بتا دیتی ہے -

فطرت کے سینے

فطرت کے سینے پھاڑتے گئے ہیں اور فطرت سے یہ مراد ہے کہ انسان خاص طور پر پیدا کیا گیا ہے جب آسمان سے قوت آتی ہے تو نیک قوتیں پھٹنی شروع کر دیتی ہیں۔

امتیاز خبیث و طیب

فرمایا براہین احمدیہ میں جو یہ الہام ہے بڑا ہی پُر رعب اور مبشر ہے۔ **وما کان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب** یعنی خدا ایسا نہیں ہے جو تجھے چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کرکے نہ دکھاوے۔ یہ الہام بڑا ہی مبشر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کرنا چاہا ہے۔

عیسائیوں کی کثرت اور مسلمانوں کی ہمت

اگرچہ یہ سچی بات ہے کہ جب سے عیسائیوں کا قدم آیا ہے مسلمانوں نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی اور کسی نہ کسی حد تک ان کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور کتابیں اور رسالے لکھتے ہی رہے ہیں لیکن باوجود اسکے بھی انکی جماعت بڑھتی ہی گئی ہے یہاں تک کہ اب شاید تیس لاکھ کے قریب مرتد ہو چکے ہیں - اسلیے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ **کسر صلیب** جان کاہ دعاؤں پر موقوف ہے دعا میں ایسی قوت ہے کہ جیسے آسمان صاف ہو اور لوگ تضرع اور ابتہال کے ساتھ دعا کریں تو آسمان پر بدلیاں سی نمودار ہو جاتی ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے ایسا ہی میں خوب جانتا ہوں کہ **دعا** اس باطل کو ہلاک کر دیگی - اور لوگوں کو تو کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ دین کے لیے دعا کریں مگر میرے نزدیک بڑا حربہ **دعا** ہی ہے اور یہ بڑا خطرناک جنگ ہے جس میں جان جانے کا بھی خطرہ ہے

ونعم ما قیل

اندریں وقت مصیبت چارہ ما بیکساں
جز دعائے بامداد و گریہ اسحار نیست

پھر ان دعاؤں کے لیے گوشہ نشینی کی بھی ضرورت ہے کئی دفعہ یہ بھی خیال آیا ہے کہ باغ میں کوئی الگ مکان دعاؤں کے واسطے بنا لیں

غرض

یہ تو میں نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ محض قلم سے کچھ نہیں بنتا - اغراض نفسانی نے انسان کو دبا یا ہوا ہے بہت سے لوگ نوکری کی غرض سے عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض اور نفسانی غرض کیوجہ سے اور بعض لوگ گورنمنٹ کے تعلقات کیوجہ سے

آسائش کی حقیقی راہ

اسطریق پر کبھی راحت اور آسائش نہیں مل سکتی ہر ایک کو حقیقی راحت اور آسائش کے لیے خدا کی طرف رجوع ہونا چاہیے - جو مومن آسائش کی زندگی چاہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اسکے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں وہ یقیناً یاد رکھیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر بھروسہ کرنے والے کبھی خیر خواہ نہ پائیں گے

مسیح اول و مسیح آخر کی دعا

مجھے خیال آتا ہے کہ حضرت مسیح نے جب دیکھا صلیب کا

واقع ہونے والا نہیں تو اُن کو اس امر کا بہت ہی خیال ہوا کہ یہ موت لعنتی موت ہوگی پھر اس موت سے بچنے کے لیے انھوں نے بڑی دعا کی + دل بہایا اور چشم گریاں سے انھوں نے دعا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آخر وہ دعا قبول ہوگئی چنانچہ لکھا ہے فَسُمِعَ لِتَقْوٰہُ ہم کہتے ہیں کہ جیسے پہلے مسیح کی دعا سُنی گئی ہماری بھی سُنی جاوے گی۔ مگر ہماری دعا اور مسیح کی دعا میں فرق ہے۔ اُنکی دعا اپنی موت سے بچنے کے لیے تھی اور **ہماری دعا دنیا کو موت سے بچانے کے لیے** (ایڈیٹر اللہ بنصرہٖ)

ہماری غرض اس دعا سے اعلاء کلمۃ الاسلام ہے + احادیث میں بھی آیا ہے کہ آخر مسیح ہی کی دعا سے فیصلہ ہوگا۔

دلائل سے بھی کام لو اگرچہ فیصلہ دعا ؤں ہی سے ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جاوے نہیں دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہیے اور قلم کو روکنا نہیں چاہیے۔ نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اسی لیے اولی الایدی والابصار کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔ پس چاہیے کہ تمھارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں اس سے ثواب ہوتا ہے جہاں تک بیان اور لسان سے کام ہے اسکو کام میں لے جاؤ اور جو جو باتیں تائید دین کے لیے سمجھ میں آتی جاویں انھیں پیش کیے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہونچا دیں گی۔

میری غرض میری غرض اور نیت بھی یہی ہے کہ جب وہ وقت آوے تو اپنے وقت کا ایک حصہ اس کام کے لیے بھی رکھا جاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تبتل تام اور انقطاع کلی سے دعا کرے تو ایسے خارق عادت اور سماوی امور کھلتے ہیں اور سوجھتے ہیں کہ وہ دنیا پر حجت ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس دعا کے وقت جو کچھ خدا تعالیٰ ان کے استقبال کے وقت تک میں کھولے وہ سب پیش کیا جاوے۔

فرمایا کہ کھانسی جب شدت سے ہوتی ہے تو بعض وقت دم گھٹنے لگتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جان کندن کیسی حالت ہے

انبیاء کی فوق العادت فتح ذاتی ہے اور مسیح موعود کے لیے بشارت۔

چنانچہ اس شدت کھانسی میں مجھے اللہ تعالیٰ کی فتح ذاتی کا خیال گذرا۔ اور میں سمجھتا تھا کہ گویا موت کا وقت قریب ہے۔ اسوقت

الہام ہوا

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا اس کے معنے سمجھائے گئے ہیں ایسا خیال اسوقت غلط ہے بلکہ اُسوقت جب اذا جاء نصر اللہ والفتح کا نظارہ دیکھو۔ اُسوقت تو کوچ ضروری ہے

سب کے لیے یہی اصول ہے کہ جب وہ کام کہ جس کے لیے انکو بھیجا جاتا ہے ختم ہو جاتا ہے تو پھر وہ رخصت ہوتا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

تو یہ ہے کہ سب آدمی اپنے اپنے کام اور غرض جس کے لیے وہ آئے ہیں واقف نہیں ہوتے بعض کا اتنا ہی کام ہوتا ہے کہ کچھ پلاؤ کھیر کھاپی لینا وہ سمجھتے ہیں کہ اتنا گوشت کھانا ہے اسقدر کپڑا پہننا ہے وغیرہ اور کسی بات کی اُن کو پرواہ اور فکر ہی نہیں ہوتی ایسے آدمی جب بگڑ جاتے ہیں تو پھر یکدفعہ ہی اُن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

لیکن جو لوگ **خدمت دین** میں مصروف اُنکے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اُسوقت تک کہ جب تک وہ اس کام اور خدمت کو پورا نہ کرلیں۔

انسان اگر چاہتا ہے **درازی عمر کا نسخہ** کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے۔ تو اسکو چاہیے کہ جہانتک ہوسکے خالص دین کیواسطے اپنی عمر کو وقف کرے۔ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکا نہیں چلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دغا دیتا ہے وہ اُسکی پاداش میں ہلاک ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبتک زندگی بڑھانیکو اس کے خلوص اور وفاداری کا کوئی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی۔ پس عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ وار نہیں ہے۔ یونہی چلی جاتی ہے۔

ایک صحابی کا ذکر ہے کہ اُنکے ایک تیر لگا اور اُس سے خون جاری ہوگیا اُسنے دعا کی کہ اے اللہ عمر کی تو مجھ کو کوئی غرض نہیں ہے۔ البتہ میں یہود کا انتقام دیکھنا چاہتا تھا جنھوں نے اسقدر اذیتیں اور تکلیفیں دی ہیں۔ لکھا ہے کہ اُسی وقت اُسکا خون بند ہوگیا جب تک وہ یہود ہلاک نہ ہوئے۔ اور جب وہ ہلاک ہوگئے تو خون جاری ہوگیا اور اُسکا انتقال ہوگیا۔ حقیقت میں سب امراض اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں کوئی مرض اُسکے حکم کے بغیر پیش دستی نہیں کر سکتا + اسلیے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیسے ہی اقبال کی راہ ہو مگر افسوس ہے جن راہوں سے اقبال آتا ہے ان کو انسان بدظنی کی نظر سے دیکھتا ہے اور نحوست کی راہوں کو پسند کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آخر گرجاتا ہے۔

اعلیٰحضرت امام الملۃ مسیح موعود کے مکتوبات

مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے نام

محترم ناظرین!

یہ خطوط جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جہانتک ہمارا علم ہے کبھی شائع نہیں ہوئے۔ مولوی محمد حسین صاحب جب اول اول آمادہ مخالفت ہوئے ہیں اُسوقت کے یہ مکتوبات ہیں + اور ۱۸۸۶ء کا یہ معاملہ ہے۔ ان خطوط کو پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وجہ مخالفت کیا ہوئی ہے ؟ اور اعلیٰحضرت حجۃ اللہ کو اپنے مولیٰ کریم کی وحی پر کسقدر انشراح صدر سے بصیرت یقین کامل ہے۔ کسیکی مخالفت اور اعتراض کی کچھ پرواہ نہیں۔ دنیا کی خیالی ذلت اور عزت کو سروکار نہیں۔ اصل غرض اعلاء کلمۃ الاسلام ہے خواہ کوئی ناراض ہو یا خوش۔ یہ مکتوبات اُمید ہے کہ ہماری قوم کی روحانی ترقی کا باعث ہونگے

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایتنامہ پہونچا اشتہارات تلاش کرکے اور بعض مہمانوں کو دے کر ارسال خدمت ہیں میں باعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہوسکا کیونکہ مجھکو دردگوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے۔ اعتراض احباب درباره کتب مؤلفہ این احقر معلوم نہیں کس صورت کا ہے اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا و قدر حضرت حکیم مطلق سے وقوع ہوگیا ہے شاید اسمیں مصلحت ہوگی کہ جو کچھ ربانی کارروائیاں آجتک ہوئی ہیں انکا وقوع میں آجانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا۔ مگر بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور اب ہول تو کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن یہ تمام توقفات قادر مطلق کے انواع اقسام کی روکوں سے وقوع ہوگئی ہیں الوہیت کو زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو منضمر اور انکا معدوم کردیتے ہیں اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انھیں میں ہوتی ہے انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور دو شتاب ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ جلد ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ آہستگی اور توقف ہے جیسا کہ مدۃ نزول قرآن شریف سے ظاہر ہے

غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عزۃ جل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اسکی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آجاتی ہے۔ مجھ کو لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو خوش کردے اور جس بات کے لیے میرا سینہ کھولدیا ہے اُسکے لیے انکا سینہ بھی کھولدے وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

اور اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت کا اعتراض ہو کہ اُن میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں تو میں منطقیوں کیطرح اُن سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یقین کرایا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسی ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر انکو ان تالیفات کیطرف خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا سو جس بات پر میری رائے قائم کی گئی سو اگرچہ ابھی اسکے انجام کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہوگیا ہے اور اہنمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر کے اختیار کیے جانے کی یہ حال ہے کہ میرا سینہ کھولدیا گیا تھا اگرچہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح مگر یہ وہ شے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب بھی جسقدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اُسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ بھی قصد کیا ہے کہ بہر طرح حلم اور رفق سے بیان کیا جائے اور اسی پر خدا نے میرے دلکو قائم کردیا ہے سو میں جانتا ہوں کہ اسمیں بھی ایک حکمت تھی اور اسمیں ایک حکمت ہے۔

اور جو آنمخدوم نے پہلے خط میں ذکر کیا تھا کہ پیشگوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں جیسے اب تک آپکی خدمت میں اسوجہ سے اُسکا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپکی رائے سے متفق نہیں کیا انا للہ وانا الیہ راجعون مجھکو مجانب اللہ اس بارہ میں اعلان واشاعت کا حکم ہے جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کے لیے مجبور ہوں مجھے ان سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت وذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اسکی کچھ پرواہ اور نہ انکا کچھ اندیشہ ہے میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کے لیے میں مامور ہوں ہر چند بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ اُنکو کیسی ہی تخفیف نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اُس سے بہت سا فائدہ اُٹھائے گا۔

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دو سو تین تین سو روپے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے بعض کتاب میں روکیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرض کا سر پر ہو گیا۔ اس کے جواب میں بھی یہی عرض کر چکا ہوں کہ اگرچہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض اللہ ہے اور ہمیں بھی بار بار دا ضیف اور اکرام ضیف کے لیے حکم ہوا ہے بتخفیف مصارف کے لیے تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق خداداد ان کی خدمت کی گئی سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور جب تک میں حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کام کے دربار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں جب قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے ان گراں باروں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ ابھی قوت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جا سکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے والسلام

۸ ستمبر ۱۸۹۱ء

ولہ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مخدومی مکرمی اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عنایت نامہ پہونچا - میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوءظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے میں ایسے مسلمانوں کی فتح بیع پر راضی ہوں جن کا ظن کسی طرح سے درست ہوسکے میں نہیں آتا - یہ تو سچ بات ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنے ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپیہ خرچ ہوتا رہتا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ روپیہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں یہ ایک ضعیف خیال ہے جو واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتا واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے انکو انجام دیتا گیا غایت مافی الباب یہ کہ عندالضرورۃ قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا ہے اور کچھ اور نہیں وسیل [illegible] نہیں طرح جو کتاب کے متعلق بعض خیر سالمین اور [illegible] کچھ سمجھیں اور کچھ خیال کرلیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان مظنیوں کا ۔

میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الحمد للہ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

نفس فرزند کی نسبت جیسے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہیں ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہ یہی ہے کیونکہ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا - حضرت مسیح کی روز پیدائش میں پیدا ہوا (۳) سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نور افشاں میں درج ہے

(۴) اس کے روز پیدائش میں یعنی بعد تولد یہ الہامات ہوئے

انا ارسلناہ شاھدا ومبشرا ونذیرا کل شیء تحت قدمیہ کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق۔

سو میرے نزدیک ابھی تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی واللہ اعلم بالصواب والسلام ۱۶ ستمبر ۱۸۹۱ء

ولہ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب - سلمہ اللہ تعالیٰ - بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہونچا - میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا اور جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچ چکی اب میری طرف سے تو یہ تحریر داعی اور آخری خط ہی سمجھیں اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں انکو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں یہاں تک کہ اس زمانہ اور وقت تک کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے جس کا اب مجھے علم نہیں لکھونگا ہاں آپ کے اس خط کی نسبت جسکو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھوں گا اور وہ بھی ہر حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپ کے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف زبانوں میں شہرت پا جائے سو مناسب ہو کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مستریح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - خاکسار غلام احمد عفی عنہ

۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء

حضرت حکیم الامت کا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گزشتہ اشاعت سے آگے

حضرت **یوسف** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض خدا تعالیٰ کے خوف سے ایک عورت کے ساتھ بدکاری کرنے سے پرہیز کیا - ورنہ ایک عام آدمی بھی جس کی نگاہ بہت ہی چھوٹی اور پست ہو کہہ سکتا ہے کہ اس تعلق سے وہ اس عزت سے جو اسوقت انکی تھی زیادہ معزز اور آسودہ حال ہوتے اگرچہ یہ خیال ایک دنی الطبع آدمی کا ہو سکتا ہے سو مومن کبھی وہم بھی نہیں کر سکتا کہ کسی بدی اور بدکاری میں کوئی آرام آسودگی کی عزت مل سکتی ہے سچی عزت اور راحت مل سکتی ہے کیونکہ ارشاد الٰہی اسطرح ہے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور پھر معزز ہونا رسول اور مومنین کے لیے لازمی ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو - کمینہ فطرت کم حوصلہ انسان عاقبت اندیشی سے حصہ نہ رکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ انکو آرام ملتا ہے مگر حضرت **یوسف** نے اس عزت اور آرام اور دولت کو لات ماری اور خدا تعالیٰ کے احکام کی عزت کی - قید قبول کی مگر حکم الٰہی کو نہ توڑا - نتیجہ کیا ہوا وہی یوسف اسی مصر میں اسی شخص کے سامنے اس عورت کے اقرار کے موافق معزز اور راست باز ثابت ہوا - وہ **امین** ٹھیرایا گیا اور جس مرتبہ پر پہونچا تم میں سے کوئی اس سے ناواقف نہیں - یوسف علیہ السلام کا یہ سارا تذکرہ بیان کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ

یعنی عادت اللہ اور سنت اللہ اسی طرح پر واقعہ ہوئی ہے کہ کوئی محسن ہو کبھی ہو اسکو اسطرح جزا ملتی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کو ملی۔

غرض

انسان **محسن** بنے پھر خدا اُسکے ساتھ ہے اور اُسے مراتب اعلیٰ ملتے ہیں خدا کی راہ میں تھوڑا ہو یا بہت جو کچھ خرچ کرتا ہے اور خدا کے لیے اگر کوئی وطن اور مال اور دولت یا عزت کو چھوڑتا ہے وہ بے وطن نہیں ہوتا اسکو بہترین وطن دیا جاتا ہے وہ بے قوم بے یار و مددگار نہیں رہتا اسکو بہترین قوم بہترین احباب و دوست دیے جاتے ہیں جو چھوڑتا ہے اس سے بہتر

پاتا ہے - لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بہ خرچ کرنے جو اللہ کی راہ میں ہوا اوقات ہوتے ہیں -

مامور من اللہ جب آتا ہے تو اسکے ابتدائی زمانہ میں اسکی اعانت و نصرت کی عندالله بہت قدر اور عزت ہوتی ہے وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک مٹھی بھر جو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنا بہت قیمت اور قدر رکھتے ہیں مگر ایک زمانہ اس مامور کی کامیابیوں کا آجاتا ہے اُسوقت سونے کے پہاڑ خرچ کرنے کی بھی اس قدر قیمت نہیں ہوگی - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ ہر طرف سے مخالفت کی صدائیں بلند تھیں اور مسلمان ہونے والوں کو وہ اذیتیں اور تکلیفیں دی جاتی تھیں جو آج خدا کے محض فضل سے

اس گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمارے مخالف ہمکو نہیں پہنچا سکتے

اُسوقت آپ نے فرمایا کہ ایک مٹھی جو کی بھی جو قدر ہے وہ ایک وقت آنے والا ہے احد پہاڑ کے برابر سونا دینے والے کی وہ قدر نہ ہوگی - حقیقت میں یہ کیسی سچی بات ہے جب مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ بہت وسیع ہو گیا اگر عباسیوں کے زمانہ میں ہارون رشید یا مامون رشید اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک مٹھی جو کی دیتے تو ان کے لیے شرم اور عار کا باعث ہوتا - مگر یہ خوب یاد رکھو جس جس نے بڑے بڑے سلطنت پائی اور قیصر و کسریٰ کے خزانے اُن کے پاؤں میں ڈالے گئے وہ ایک مٹھی جو ہی تھی جو صحابہ نے دی - اس سے بھی یہ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور پھر مامور کی ابتدائی بعثت کے ایام میں خرچ کرنا بہت ہی بڑا قدر و قیمت رکھتا ہے ۔ یہ تو ہے انفاق فی سبیل اللہ کی ضرورت

اتقا اور صحبت صادق

اب ایک اور امر ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے جس کی طرف بڑی توجہ دلائی گئی ہے وہ کیا ہے ؟ متقی بننا اور صادقوں کا ساتھ دینا ہے - حقیقت میں تقویٰ کی روح انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ صادقوں کی صحبت میں نہ رہے - صادق کی پاک صحبت اندر ہی اندر ایک خاص اثر انسان کی روح پر کرتی ہے اور اس کے امراض روحانی کا مداوا اسکی پاک توجہ - عقد ہمت - دعا - اور موثر وعظ و نصائح جو وہ وقتاً فوقتاً درد دل سے کرتا ہے - اور وہ نشانات و خوارق جو وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ اسکی تائید اور نصرت کے لیے نازل فرماتا ہے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور جب ایمان کامل ہونے لگتا ہے تو گناہ کی زندگی پر موت آکر ایک نئی زندگی اسے

ہوتی ہے جس میں تقوے کے خواص اور آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن انسان کی ضرورتیں بھی کم نظریاں انعامات الٰہیہ کی وسعت سے بے خبری اس کی ذاتی کمزوریاں اور بشری تقاضے بعض اوقات ایسا کرتے ہیں کہ ہر وقت وہ ماموروں کی صحبت میں نہیں رہ سکتا۔ اور وہ فیض اور فضل جو ان کی پاک صحبت میں ملتا ہے وہ ان شرائط اور لوازمات کے ساتھ جو خاص صحبت ہی سے مختص ہیں نہیں پا سکتا اس لیے ایک اور ضرورت پیش آئی وہ ضرورت ہے

تفقہ فی الدین

کی۔ تفقہ فی الدین کے لیے

تفقہ فی الدین

پھر یہ حکم صادر ہوا کہ

ما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

یعنی چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے اور نہ مناسب ہی ہے کہ سب کے سب مسلمان یکدفعہ ہی نکل جاویں اس لیے کیوں ہر گروہ سے ایک جماعت اس مقصد اور غرض کے لیے نکلے کہ وہ تفقہ فی الدین کرے اور جب وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں۔ تاکہ وہ قوم بری باتوں سے بچے۔

اس آیت سے پہلی آیت میں **انفاق** کے فضائل بیان ہوئے ہیں اسواسطے کہ اس آیۃ میں جو ابھی ہم نے پڑھی ہے **انفاق** کی ایک ضرورت بھی پیش ہوئی ہے اس سے پہلی آیت یہ ہے۔

ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔

یعنی اور شوہ اللہ کی راہ میں کوئی تھوڑا یا بہت مال خرچ کریں گے اور نہ کوئی میدان طے کرینگے مگر یہ کہ ان کے واسطے اس خرچ اور سفر کی جزا لکھی جاوے گی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان اچھے کام کا بدلا دے جو وہ کرتے تھے۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماموریں کے وقت سفروں کی ضرورت بھی پیش آتی ہے اور خدا کے لیے کوئی نہ کوئی سفر قوم کے بعض یا کل افراد کو کرنا پڑتا ہے پس وہ سفر بجائے خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین جزا کا موجب اور باعث ہوتا ہے۔ غرض اس میں انفاق کی فضیلت بیان کرکے اس دوسری آیت میں جو تفقہ فی الدین کے لیے ایک جماعت کے نکلنے کی ہدایت کرتی ہے انفاق کی ضرورت بیان کی گئی۔

باقی آئندہ

نوٹ ایڈیٹر

اس مقام پر ہم اپنی قوم کو ایک اہم ضرورت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں اگرچہ اسپر حضرت مولانا و محترمنا حکیم الامۃ عم فیضہ نے بھی اپنی جگہ مناسب الفاظ میں توجہ دلائی ہے لیکن ہم بھی چند سطریں بطور حاشیہ کے لکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ہم نے سنہ ۱۹۰۰ء کی پہلی سہ ماہی میں الاسلام کی دینی ضرورتیں اور اسپر احباب کی توجہ کی ضرورت کے عنوان سے ایک لیڈر لکھنا شروع کیا تھا اور اس میں ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کی اشاعت میں جو لیڈر لکھا ہوا تھا اسکو یہاں مکرر درج کرتے ہیں تاکہ اس نوٹ کا اصل مدعا جو ہم یہاں لکھنا چاہتے ہیں پورا ہو۔ لیڈر کو پڑھ کر اب قریباً چار سال بعد بھی وہ ضرورت جو شاخ دینیات کے متعلق ہماری رائے میں بدستور موجود ہے گو مدرسہ تعلیم الاسلام کی صورت میں اب بہت کچھ تغیر و تبدیل ہو گیا ہے مدرسہ تعلیم الاسلام اب **تعلیم الاسلام کالج** ہو گیا ہے ایک بڑے وسیع پیمانہ پر خدا کے فضل سے چل رہا ہے اور جس کے واسطے قوم کی بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً ان ایام میں کہ وہ زیر بار اخراجات ہو رہا ہے اور ابھی بہت سی ضرورتیں **توسیع عمارت** اور آلات سائنس وغیرہ کی باقی ہیں جس کے **لیے عیدین کے ڈوپٹشن** کافی نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے واسطے **ماہواری مستقل چندوں** کی ضرورت ہے جس کی اہمیت حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے اعلان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر کلر صاحب قیم کی سعی کے شکر گذار ہیں کہ قوم نے اپنے فرض کو سوچا ہے اور اس کا ہاتھ بٹایا ہے لیکن ابھی اس امر کی شکایت بیشک باقی ہے کہ اس اعلان کے منشاء کے موافق جو حضرت حجۃ اللہ نے شائع فرمایا ہے ماہوار مستقل چندوں کی طرف

توجہ نہیں ہوئی اسلیے باقاعدہ ماہوار چندوں کا ہونا چاہیے

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ ہماری اصل غرض شاخ دینیات کے متعلق قوم کو توجہ دلانے کی ہے اس لیے ہم وہ لیڈر جو ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے یہاں دیتے ہیں اور یہ ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ ڈسپنسری تو مدرسہ کے متعلق کھل چکی ہے مدرسہ کا ایک الگ کتب خانہ بھی ہے وہ لیڈر یہ ہے

گذشتہ نمبر میں ہم نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ضرورت اور اسکی ضروریات پر ضروری بحث کی ہے اور ہمکو امید ہے کہ قوم اسپر پوری توجہ کرے گی۔ یہ معلوم کرکے ہمکو اور بھی خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے محسن و مخدوم حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی سلمہ ربہ کی تحریک پر جناب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے پانچسو روپیہ اور خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر نے ایک سو روپیہ مدرسہ کی امداد کے لیے بھیجدیا ہے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ امید ہے دوسرے احباب بھی توجہ کرینگے چونکہ ابھی مدرسہ تعلیم الاسلام ہی کی بحث ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس نمبر میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق

دینیات کی شاخ پر بحث کریں۔

دینیات کی شاخ کے متعلق ہمنے الحکم کے کسی گذشتہ نمبر میں یہ اطلاع دیدی ہے کہ مجلس منتظمہ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق جدا شاخ دینیات کی کھولنے کی تجویز کی ہے مگر اس سے پیشتر کہ وہ شاخ کھولی جاوے ہم چند ضروری امور مجلس منتظمہ اور قوم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان میں جس قدر مناسب حصہ ہو گا اسپر ہماری قوم اور مجلس منتظمہ غور کرنے کی ضرورت سمجھے گی

اس شاخ کی ضرورت ہے

اس میں شک نہیں کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں اس شاخ کی بہت ضرورت تھی اور سچ پوچھو تو تعلیم الاسلام کے نام کا منشاء یہی تھا اور ہے اور ہماری خوشی ہے یہی آرزو تھی کہ مدرسہ کے متعلق ایک ایسی برانچ کھولی جاوے جس میں علوم عربیہ اور قرآن کریم اور احادیث پڑھائے جاویں اور عربی زبان میں مضامین لکھنا تقریر کرنا طلبہ کو سکھایا جاوے اور اگر ممکن ہو تو ساتھ ساتھ صرف انگریزی زبان بھی سکھائی جاوے۔ بہرحال ہم کسی لمبی تقریر میں اسکی ضرورت ثابت کرنا نہیں چاہتے کیونکہ یہ ایک مسلم اور ثابت شدہ امر ہے کہ دار الامان کے امور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک وجود احیاء دین کے لیے ہے اسکی ساری کوشش اسی ایک بات میں خرچ ہو رہی ہے کہ مسلمان مسلمان بنیں اور اسلام اور قرآن کا بول بالا ہو مگر ہمکو جس امر پر غور کرنا باقی ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس شاخ کا انتظام کس طرح پر اور کیونکر ہو اور کیسے اسکو چلایا جاوے

اس شاخ میں کیا تعلیم ہو

کیا تعلیم ہو دینیات کی شاخ کا نام خود بتلا رہا ہے کہ اس میں دینی علوم پڑھائے جاوینگے مگر ہم اپنے خیال میں اس شاخ کا جو منشاء سمجھے ہوئے ہیں اسکو ذرا کھولکر بیان کر دیا چاہتے ہیں اصل غرض اس شاخ کے اجراء سے یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالے لوگوں کی ایک پاکیزہ باعمل جماعت پیدا ہو جو قرآن کریم کے حقائق اور معارف کو زبان سے بیان کر سکے اور اپنے عمل سے کرکے دکھاوے اور موجودہ واعظوں کی اصلاح کرے پس ضروری ہے کہ اس کے لیے ایک ایسی سکیم طیار کیا جاوے جو پرانے زمانہ کی بیہودہ سکیم کے موافق نہ ہو۔ بلکہ صرف و نحو کی ضروری تعلیم جس سے انسان غلط بیانی اور غلط نویسی سے بچ سکے اور قواعد ضروریہ کا لحاظ رکھ سکے۔ البتہ علم ادب خوب پڑھایا جاوے کیونکہ جس قدر عربی علم ادب کی باریکیوں پر انسان پہنچ جاوے گا اسی قدر قرآن کریم کی عظمت دل پر قائم ہو گی۔ غرض قرآن کریم۔ احادیث۔ علم ادب جس میں تاریخ لغت اور ضروری علوم متعلقہ ادب شامل ہیں۔ اور پھر عربی زبان میں تقریر کرنا مضامین لکھنا۔ اور ایسا نہ کرنے کے لیے کہ وہ لوگ جو اس تعلیم الاسلام سے طیار ہوں نرے ملا ہی نہ ہوں اور مسجدوں کے ٹکڑوں پر گذارہ کرنیکے عادی نہ ہو سکیں ضروری ہو کہ انکو علم طب پڑھایا جاوے۔ تاکہ وہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان کے موافق تعلیم پائیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس میں کون لوگ داخل ہوں

شاخ دینیات کے طالب علم کون ہوں

اگر ابجد خوان بچوں کا مکتب بنایا جاوے تو اس سے وہ غرض حاصل نہ ہو گی جو ہماری مجلس منتظمہ کی اصل غرض ہونی چاہیے اس لیے ضروری ہے کہ اس شاخ میں داخل ہونے والے طلبہ کے لیے ایک آسان سا امتحان داخلہ مقرر کیا جاوے اور سرِدست ایک خاص تعداد ان طالب علموں کی رکھی جاوے جو اس غرض کے لیے آنا چاہیں۔ اس کے متعلق اور ضروری امور دوسرے وقت پر پیش ہو سکتے ہیں

اب ایک تیسرا امر باقی ہے کہ اسکے چلانے کا انتظام کیا ہو یعنی اخراجات کہاں سے آویں اس کے متعلق ہم ایک عمدہ تجویز پیش کرتے ہیں جو ہماری قوم کے متعلق ہے

دینیات کی شاخ کے اخراجات کیونکر ادا ہوں

یہی سب سے اہم اور ضروری مسئلہ ہے جسپر ہماری قوم کو توجہ کرنی ضروری ہے۔ چونکہ ہر ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اس امر پر مکلف ہے کہ وہ امر **بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** کرے۔ مگر اس حکم کی وسیع صورت چونکہ قریباً ممکن نہیں۔ اس لیے خود خدا تعالیٰ نے ایک ایسی صورت بتلائی ہے کہ جس سے ہر ایک مسلمان اس حکم پر پورے طور پر عمل ہو سکے اور وہی ثواب لے سکے جو ایک حقیقی واعظ لے سکتا ہے وہ کیا؟

خدا تعالیٰ نے سورۂ برات کے آخری حصہ میں فرمایا ہے

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون یعنی چونکہ یہ امر تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کل مومن علوم حقہ کی تعلیم اور اشاعت میں نکل کھڑے ہوں اس لیے ایسا ہونا چاہیے کہ ہر طبقہ اور ہر گروہ میں سے ایک ایک آدمی ایسا ہو جو علوم دین حاصل کرے اور پھر اپنی قوم میں واپس جاکر ان کو حقائق دین سے آگاہ کرے۔ تاکہ ان میں خوف و خشیت پیدا ہو پس قرآن کریم نے جب ایک بہترین راہ ہمارے لیے کھول دی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اسکو ہی دستور العمل بنایا نجاوے؟ ہمارے خیال میں دینیات کی شاخ میں کل اخراجات اسطرح پر ادا کیے جاویں کہ جہاں جہاں حضرت اقدس امام الزمان علیہ الرحمن کی جماعت کے لوگ بکثرت ہیں یعنی ہر بڑے بڑے شہر میں سے ایک ذہین۔ فہیم۔ با ایں نیک بخت شخص ایسا منتخب کیا جاوے جو یہاں دارالامان میں رہکر علوم دینیہ حاصل کرے اور پھر اپنی قوم تک شہر میں واپس جاکر واعظ کا کام کرے اور اسکے اخراجات کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہو جو اسکو یہاں بھیجیں۔ اور وہ شخص اپنی زندگی اس طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرے اشاعت اسلام اپنا فرض قرار دے۔ ایسے طالب علموں کے جملہ اخراجات۔ کتابیں۔ خوراک پوشاک۔ بورڈنگ کی فیس اور ضروری اخراجات اُس مجلس کے ذمہ ہوں جو اُن کو بھیجے۔ اور یہ ایک ایسا امر ضروری ہے جسپر ساری قوم کی توجہ بکار ہے۔ اور یہی ہماری اصل غرض و غایت ہے۔ عید الضحیٰ کے جلسہ پر ہمارے بہت سے احباب جمع ہونگے ہم چاہتے ہیں کہ دارالامان میں ایک عام جلسہ ان ضروری امور پر غور کرنے کے لیے بھی کیا جاوے اور اس شاخ کے چلانے کی تجویز پر بحث ہو اور مدت تعلیم جہاں تک ہو تھوڑی رکھی جاوے۔ بطرح پر اس شاخ کا چلانا بالکل آسان اور سہل ہوگا۔ اب ہمکو صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس شاخ کے متعلق اور کیا کیا ضروری اخراجات ہیں۔ اور اس کے متعلق جو اساتذہ ہوں وہ کیسے ہوں؟

مدرسہ دینیات کی شاخ کی ضروریات اور اساتذہ

ضرورتوں میں سے پہلی اور بڑی ضرورت مکان مدرسہ اور بورڈنگ کی ہے جسکے اخراجات کا سردست ہم کوئی تخمینہ پیش نہیں کر سکتے۔ پھر بڑی بھاری ضرورت ہے لائبریری اور ڈسپنسری کی۔

لائبریری کی ضرورت تو عام ہے ایک بڑی حد تک ہمارے محسن و مخدوم مولانا مولوی **نور الدین** صاحب کا کتب خانہ اس ضرورت کو پورا کرے گا مگر ڈسپنسری کی ضرورت بھی عظیم الشان ضرورت ہے کہ اور باتوں سے مقدم اسکا فکر ہو نا چاہیے چونکہ مضمون لمبا ہوا جاتا ہے اس لیے اس کے متعلق ہم کوئی طویل بحث اب نہیں کر سکتے۔ اب مختصر طور پر اساتذہ کے متعلق ہم کو کہنا باقی ہے اس سے پیشتر ہماری رائے یہاں کے مدرسین کے متعلق بجائے خود اور ہی کچھ تھی مگر بعد فکر بسیار ہماری رائے یہ قرار پائی ہے کہ اور کوئی اُستاذ مقرر ہوں۔ مولانا مولوی **سید محمد احسن** صاحب امروہی جو علم فن مناظرہ میں ایک خصوصیت رکھتے ہیں اس مدرسے کے متعلق اگر ان کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کیجاوے تو بہت بہتر ہوگا بہرحال شاخ دینیات کے متعلق ہماری یہ رائے ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ پر سیر کن بحث کریں مگر طوالت مانع ہے ہم آخر میں امید کرتے ہیں کہ اس میں جو امور قوم کی توجہ طلب ہیں وہ اُنپر بشرطیکہ نہایت اور ضروری ہوں غور کرے گی اور جو ہماری مجلس منتظمہ کے متعلق ہوں وہ اُنپر غور کریگی۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس شاخ کو سرسبز کرے اور اسکے پھلوں کو اکلہا دائم کا مصداق کرے۔ آمین۔

مسئلہ جہاد پر گفتگو

گذشتہ اشاعت سے آگے

(۲) صلح اور معاہدہ کے حکم سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کو زبردستی منوانا مراد نہیں۔ کیونکہ اسکا ماحصل یہ ہے کہ کافروں کے مذہب میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں صرف مسلمانوں کو ایذا نہ دیں۔ ان سے لڑیں نہیں اور ان کے دشمنوں کی مدد نہ کریں۔ اور ان معاہدات پر قائم رہنے کی نہایت تاکید کی۔ اور معاہدہ کرنے والوں سے جو اپنے معاہدہ پر قائم رہیں لڑنے کی ممانعت فرمائی۔ پس معاہدہ کی اجازت بھی صاف دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب کی آزادی میں خلل ڈالنا مقصود نہ تھا۔ اور نہ لڑائی سے کسیکو زبردستی ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنا مقصود نہ تھا۔ بلکہ صرف امن کا قائم رکھنا مقصود اصلی تھا۔ اے دیکھنے اندھو! اگر زبردستی ہی مسلمان کرنا ضروری تھا تو پھر معاہدہ کرکے ان کو اپنے مذہب ہی پر چھوڑ دینا چہ معنی دارد؟ خدا تعالیٰ سورۂ نحل میں فرماتا ہے اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون۔ پورا کرو عہد اللہ کا یعنی جو خدا کو درمیان دیکر عہد کیا ہے جبکہ تم نے عہد کیا ہو اور نہ توڑو اپنی قسموں کو انکے مضبوط کرنے کے بعد اور بیشک تم نے اللہ کو کیا ہے ضامن اپنا بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

خود سورۂ توبہ جس میں نہایت سختی سے لڑائی کا حکم ہے منجملہ فرمایا ہے الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا۔ فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین۔ جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا ہے اور پھر انھوں نے اس کے عہد پورا کرنے میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے برخلاف کسیکی مدد کی تو تم پورا کرو ان کے ساتھ عہد میعاد تک بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو۔

پھر اسی سورہ میں فرماتا ہے الا الذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین جن مشرکوں سے مسجد حرام کے پاس تم نے عہد کیا تھا پھر جب تک کہ وہ تمھارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی انکے لیے عہد پر قائم رہو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو (یعنی عہد پر قائم رہنے والوں کو)

معاہد کفار اور مشرکین سے ایسی رعایت کی گئی ہے کہ ان کا اور مسلمانوں کا حق برابر کردیا اور ذرا بھی کمی نہ کی۔ زبردستی مسلمان بنانے کے کیا یہی طور ہوتے ہیں؟ سنو۔ وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ ؛ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ؛ و ان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ وتحریر رقبۃ مؤمنۃ ؛ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین توبۃ من اللہ وکان اللہ علیما حکیما۔ ترجمہ۔ اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان دھوکے سے مارا جائے تو قاتل کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر مقدور نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنے چاہییں۔ اور اُسکے سوا مقتول کی دیت (خون بہا) اُس کے کنبے کو دی جائے۔ پھر اگر وہ مقتول ایک ایسی قوم کا ہے جسکو مسلمانوں سے دشمنی ہو اور وہ مقتول مسلمان ہے تو قاتل کو صرف مسلمان غلام ہی آزاد کرنا ہوگا اور اگر مقتول ایسی قوم کا ہے جن سے اور مسلمانوں سے معاہدہ ہے تو قاتل کو غلام بھی آزاد کرنا ہوگا اور مقتول کی دیت اسکے کنبے کو بھی دینی ہوگی۔

پس اس سے بڑھکر اور معاہدہ کی کیا رعایت ہو سکتی ہے۔ پھر جبکہ معاہدہ کرنا اور معاہدہ کا پابند رہنا اور معاہد کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ کرنے کا حکم ہے تو پھر اسلام بزور شمشیر منوانا کس جانور کا نام ہے؟ کیا زبردستی مسلمان بنانے کے یہی معنی ہیں کہ قوموں سے معاہدہ کرکے انکو مذہبی آزادی دی جائے اور ان سے دوستانہ برتاؤ کیا جائے۔

(۳) یہ کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ اگر عین لڑائی میں بھی کوئی مشرک یا کافر پناہ مانگے تو تو اُسکو پناہ دو اور پھر اُسکو خدا کا کلام سناؤ اور اگر وہ قبول کرے تو اسکے امن کی جگہ میں پہونچا دو جیسا کہ خدا فرماتا ہے و ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون۔ اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو تو اُسکو پناہ دے جب تک کہ وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہونچا دے اُسکو جہاں وہ نڈر ہو۔ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

کہو مخالفو! کیا اسیکو زبردستی اسلام منوانا کہتے ہیں کہ ہاتھ آئے ہوئے شکار کو چھوڑ دیا جائے

(۴) جزیہ خود بات کی دلیل ہے کہ مذہب اسلام میں زبردستی اسلام قبول کروانے کا حکم نہیں سنو۔ غور سے سنو۔ جزیہ کا حکم یہی ہے کہ جب کسی ملک سے بوجہ ان کی شرارت کے یا شرارت کے خوف کے لڑائی ہو اور وہ ملک فتح ہو جائے تو جو لوگ بفیصلہ کے بعد مسلمان نہ ہو جاویں وہ ایک ہلکا سا ٹیکس اپنی جانی و مالی حفاظت کے عوض میں ادا کریں اور وہ فوجی خدمت سے آزاد رہیں کیونکہ جو قومیں اکثر فوجی خدمت ادا کرتی رہیں وہ جزیہ سے بری ہو گئیں۔ چنانچہ مولانا **محمد شبلی نعمانی** اپنی کتاب الجزیہ میں لکھتے ہیں کہ "لیکن غیر مذہب والے جو اسلامی حکومت کے ماتحت تھے اور جن کی حفاظت مسلمانوں کو کرنی پڑتی تھی انکو فوجی خدمت پر مجبور کرنیکا اسلام کو کوئی حق نہ تھا نہ وہ ایسے پرخطر خدمت کے لیے راضی ہو سکتے تھے۔ اسلیے ضرور تھا کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے کوئی ٹیکس ادا کریں اسی ٹیکس کا نام جزیہ تھا ..... لیکن اگر کسی موقع پر غیر قوموں نے فوج میں شریک ہونا یا شرکت کے لیے آمادہ ہونا گوارا کیا تو وہ جزیہ سے بری کیے گئے"۔ پھر لکھتے ہیں کہ "خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وائے ایلہ کو جو فرمان جزیہ کا تحریر فرمایا تھا اُسمیں یہ الفاظ مندرج فرمائے یحفظوا و یمنعوا یعنی ان لوگوں کی حفاظت کی جائے اور دشمنوں سے بچائے جائیں (دیکھو فتح البلدان بلاذری